تذکرۂ ریختی
مرتبہ
تمکین کاظمی

مولوی سید تمکین کاظمی، منشی فاضل، ایم آر اے ایس

۱۹۳۰ء
۱۳۴۹ھ

(باہتمام)

سید رشید کاظمی

مطبوعہ

شمس الاسلام پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

پہلے پہل جب میں نے جان صاحب کا دیوان دیکھا تو ریختی سے
دلچسپی ہونے لگی مگر مشکل یہ تھی کہ اکثر اشعار میری سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ بعض
محاوروں کے لئے "لغات النسا" سے لیکر "لغات الخواتین" تک کی ورق گردانی
کی مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ میں دکن میں پیدا ہوا یہیں تعلیم و تربیت پائی۔ دلّی اور لکھنؤ کے
زنانی محاورات بھلا کیا سمجھ میں آتے مجبوراً ان الفاظ و محاورات اور اشعار کی
ایک فہرست بنائی جو میری دانست میں حل طلب تھے اور لگا پوچھتے پھرتے مگر جو
الفاظ "لغات النسا" کے لئے سید احمد دہلوی کو اور "لغات الخواتین" کے
لئے اشہری کو نہ معلوم ہو سکے ہوں وہ بھلا مجھے کیا معلوم ہوتے مگر میں نے ہمت
نہیں ہاری اور لگاتار کوشش کے بعد نہ صرف ان الفاظ محاورات اور اشعار کو
حل کر لیا بلکہ "زنانی محاورات" کا اتنا ذخیرہ جمع کر لیا جو "لغات النسا" سے
تقریباً دگنا بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے یہ محاورے کیسے معلوم ہوئے اور کیسے حل کئے
میں نہیں ظاہر کر سکتا سمجھ لیجئے کہ رنگین کی طرح میں نے بھی کچھ "تماش بینی"
کی اور بس!

طبع اوّل (۵۰۰) جلد

قیمت۔ ایک روپیہ ۔۔۔۔ (عہ)

ملنے کا پتہ

مکتبۂ ابراہیمیہ امداد باہمی حیدرآباد دکن

اور جوں توں ہو سکا مقدمہ ختم کرکے کاتب کے حوالے کر دیا۔ یہ ہے اس تذکرے کی
شانِ نزول، مقدمہ کے متعلق چونکہ نواب صاحب موصوف نے کئی بار تبادلۂ خیال فرمایا۔
اور باوجود مصروفیت کے اپنے قیمتی وقت کے کئی گھنٹے ضائع فرمائے اس لئے میں نواب صاحب
کا بے انتہا رہینِ منت ہوں،

چونکہ اس تذکرے کو شائع کرنے کی تحریک عبدالحق صاحب نے کی ہے اس لئے
اگر علم برداران شرم و حیا خاکسار "جامعِ اوراق" پر کبھی "تبرا" فرمانے
لگیں تو براہ کرم "محرک" کا نام بھی لے لیں۔

اس کی کتابت شفیع الدین صاحب کوہیری نے بروقت کی ہے اور
طباعت شمس الاسلام پریس حیدرآباد میں ہوی ہے جس کے منیجر عبدالرحمن
خان صاحب نے خاص دلچسپی لی اور وعدہ پر کام ختم کیا، پروف کی صحت
میں استاذی مولوی محمد سردار علی صاحب مدیر رسالۂ تجلی نے بھی بڑے شوق
سے مدد دی ہے جس کے لئے ان سب حضرات کا مشکور ہوں خدا کرے کہ یہ
حضرات میری اور تصانیف کی اشاعت میں بھی اسی طرح میرا ہاتھ بٹائیں!

السید تمکین الکاظمی

۲۲ جنوری سنہ ۱۹۳۰ عیسوی
کوٹلہ عالیجاہ حیدرآباد دکن

اسی سلسلہ میں میں نے جان صاحب کے علاوہ رنگین۔ انشا۔ نازنین وغیرہ
کے کلام کا مطالعہ بھی کیا اور ان میں سے بھی اصطلاحات چن لئے چونکہ مدت تک
ریختی کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے مجھے ریختی سے دلچسپی ہوگئی تھی اس لئے میں نے
پیش نظر تذکروں، رسالوں وغیرہ سے ریختی کلام اور شاعروں کے حالات بھی
جمع کر لئے خیال تو یہ تھا کہ ایک مستقل لغت اصطلاحات نسوان کے متعلق شائع کروں
مگر مولوی عبدالحق صاحب منیجر مکتبہ ابراہیمیہ نے مشورہ دیا کہ فی الحال اسی مواد کو
مرتب کر کے ایک تذکرہ ریختی کہنے والوں کا شائع کر دو لغت پھر کبھی ترتیب دے لینا
بات معقول تھی میری سمجھ میں آگئی اور میں نے منتشر مواد کو مرتب کرنا شروع کیا،
اور پھر از سر نو تذکروں کی ورق گردانی کر کے حالات وغیرہ کی تصحیح کی تقریباً دو درجن مطبوعہ
مختلف تذکرے اور کتابیں دیکھیں جہاں جہاں سے مواد ملا لے لیا ورنہ خاموشی
سے کتاب رکھ دی، اس طرح دو ہی تین ہفتوں میں تذکرہ مرتب ہوگیا اور کاتب کے
حوالے بھی کر دیا۔ مولوی عبدالحق نے پھر بھڑکایا کہ اس تذکرے کے لئے ایک
مقدمہ بھی لکھ دو تو اور اچھی چیز ہو جائیگی، میں نے کہا چلو یہ بھی سہی مگر مقدمہ لکھنا
شروع ہی کیا تھا کہ ابتداً کچھ نمونیا اور پھر تھوڑا سا ملیریا میرے ساتھ ہوگیا کاتب نے
تذکرے کی کتابت ختم کر کے مقدمے کے مسودے کا مطالبہ کیا مجبوراً اسی عرصہ میں
میں مقدمہ لکھا ابھی وہ ختم نہ ہوا تھا کہ اتفاقاً اس مسودے کو نواب نصیر الدین خاں صاحب
بہادر ایم اے نے ملاحظہ فرمایا اور بعض خاص خاص باتوں کو پھیلانے اور ان کے
متعلق بحث کرنے کا مشورہ بھی دیا میں نے اسی حالت میں ان باتوں کو بھی لے لیا

ماخذ

اس تذکرے اور مقدمے کی ترتیب میں حسب ذیل کتابوں اور رسالوں سے مدد لی گئی ہے

۱ تذکرۂ چمنستان شعراء (لچھمی نارائن شفیق) قلمی موجودہ کتب خانۂ آصفیہ
۲ تذکرۂ فتح علی الکردیزی ۔۔۔۔ " " "
۳ پیشکار (دیوان محمد صدیق قیس) " " "
۴ دیوان لائق (بدر الدین خان بہادر لائق) " " "
۵ طبقات الشعراء ہند (منشی کریم الدین) مطبوعہ دہلی
۶ گلستان سخن (مرزا قادر بخش صابر) " "
۷ گلشن بے خار (مصطفےٰ خان شیفتہ) نولکشور لکھنؤ
۸ سخن شعراء (عبد الغفور خان نساخ) " "
۹ قطعۂ منتخب (ایضاً) " "
۱۰ نغمۂ عندلیب (قطب الدین باطن) " "
۱۱ آب حیات (محمد حسین آزاد) مجتبائی
۱۲ شعراء دکن (عبد الجبار خان ملکاپوری) حیدرآباد دکن
۱۳ گلزار آصفیہ (غلام حسین خان جوہر) " "
۱۴ حدیث قدسی (فتح محمد ونیسرہ) فتح الکریم بمبئی
۱۵ خمخانۂ جاوید (لالہ سری رام ایم-اے) دہلی
۱۶ گل رعنا (حکیم عبد الحی) اعظم گڈھ
۱۷ شعر الہند (عبد السلام ندوی) " "
۱۸ نکات الشعراء (میر تقی میر) علی گڈھ
۱۹ دکن میں اردو (نصیر الدین ہاشمی) حیدرآباد دکن

بنامِ شاہدِ نازک خیالاں
عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں

مقدمہ

ریختی کی ایجاد کا سہرا تذکرہ نویسوں نے رنگین اور انشا کے سر باندھنے کی کوشش کی ہے بعضوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے اور بعضوں نے نہ جاننے کی وجہ سے چنانچہ مولانا آزاد نے چونکہ رنگین و انشا سے پہلے کے ریختی کہنے والوں کا کلام دیکھا نہیں تھا اس لئے اگر انہوں نے انہیں دونوں کے سر اس سہرے کو باندھ دیا تو مجبوری ہے ان پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔ اسی طرح صابر وغیرہ بھی مجبور ہیں۔

سب سے پہلے "خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم" کے مولف نے رحیم معاصر ولی کو ریختی کا مخترع قرار دیا ہے[1] اس کے بعد مولانا عبدالحی مرحوم نے گل رعنا میں صوفی ملکاپوری کے حوالے سے آزاد کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے کہ رنگین اور انشا ریختی کے موجد ہیں ہاشمی کو اس کا موجد قرار دیا ہے اور پھر ان کے بعد خاکی کو ریختی گو ٹھیرایا ہے[2]۔

---

[1] دیکھو شعر الہند جلد دوم ص۳۳ ۔ [2] دیکھو گل رعنا ص۳۷

۲۰ اردوئے قدیم (شمس اللہ قادری) حیدرآباد دکن
۲۱ قاموس المشاہیر (نظامی بدایونی) بدایون
۲۲ تبسم گل (ڈاکٹر اعظمت الٰہی) لکھنؤ
۲۳ خندۂ گل (عبدالباری آسی) ״
۲۴ تاریخ ادب اردو (رام بابو سکسینہ مترجمہ مرزا عسکری) ״
۲۵ فہرست مخطوطات انڈیا آفس (بلوم ہارٹ) آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن
۲۶ مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (عبدالحلیم شرر) لاہور
۲۷ اردو شہ پارے (ڈاکٹر سید محی الدین قادری) حیدرآباد دکن
۲۸ کلیات جان صاحب (میر یار علی جان صاحب) نولکشور پٹیالہ
۲۹ دیوان جان صاحب (مرتبہ آغا حیدر حسن دہلوی) نظامی بدایون
۳۰ دیوان رنگین و انشا (سعادت یار خان و انشاء اللہ خان) ״ ״
۳۱ گلدستۂ نتیجہ سخن (مشاعرہ ٹالی گنج) کلکتہ
۳۲ رسالۂ اردو (عبدالحق) (بابتہ اکتوبر ۱۹۲۲ء) انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن
۳۳ مجلۂ عثمانیہ (کلیۂ جامعہ عثمانیہ) بابتہ فروردی ۲۶ ف حیدرآباد دکن
۳۴ سالنامۂ قومی تمدن (وحید گیلانی) ۲۷ء لاہور
۳۵ رسالۂ تجلی (محمد سردار علی) اکتوبر ۲۰ء حیدرآباد دکن
۳۶ رسالۂ معارف (سید سلیمان ندوی) فروری ۲۸ء اعظم گڈھ
۳۷ رسالۂ نگار (نیاز فتحپوری) اگست ۱۹۲۹ء لکھنؤ
۳۸ مجلۂ مکتبہ (عبدالقادر سروری) اکتوبر ۲۹ء حیدرآباد دکن
۳۹ سالنامۂ رہبر دکن (احمد محی الدین) ۲۹ء ״
۴۰ رسالۂ نیرنگ خیال (حکیم یوسف حسن) نومبر ۱۹۲۹ء لاہور
۴۱ اخبار تازیانہ (الیف) دسمبر ۱۹۲۹ء لاہور

ایک مستقل ریختی کا دیوان بھی چھوڑ گئے جس کا ایک نسخہ مولوی آغا حیدر حسن ایم-آر-اے-ایس (لندن) پروفیسر نظام کالج کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ڈاکٹر سید غلام محی الدین قادری ایم، اے پی ایچ ڈی لکھتے ہیں کہ۔

"دوسرے بہت سے خیالوں کی طرح اب یہ خیال بھی غلط ہو گیا کہ"
"ریختی کی ابتدا شمال ہی میں کی گئی۔ ہاشمی کی ریختی اگرچہ اس"
"نوع کی شاعری کی ابتدائی کوشش ہے لیکن اسقدر"
"اعلیٰ درجہ کی ہے کہ کوئی اس کو پہلی کوشش نہیں سمجھ"
"سکتا اس کے ذریعہ سے قدیم دکن کی عورتوں کی زبان"
"محفوظ کر لی گئی ہے۔"

(اُردو شہ پارے جلد اول صفحہ ۲۵۹، ۳۶)

ہاشمی نے بالکل دکن کے نسوانی روزمرہ میں ریختی کہی ہے۔

اُو جس دن گول گنڈیمیں گئی ہو یاد ہیں باتاں
ہمیں تم مل کو بیٹھے تھے سکھی جس دن دلا نے

مجھے پکڑے ہیں کی چھوڑو، اُو دیکھو ہانک مارونگی
خدا کی سوں ہیں جتنی نوں بڑی لوک پکارونگی
سجن آویں تو پردے کے نکل کر بھار بیٹھوں گی
بہانا کر کے سہتیاں کا بدو فی کر بیٹھیں گی

مگر باوجود اس کے مولوی عبدالسلام ندوی رنگین ہی کو موجد قرار دینے ہیں ہم نے مضمون بالا میں جن تذکروں کا حوالہ دیا ہے اُن کے الفاظ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المختصر ان کے بعد انشاء اللہ خاں وبہادر سمی بہ پنڈت راجہ رام ورنگین مرحوم وجان صاحب ونازنین اور عیاش ونازاں اور او باش موجود وغیرہ نے روز بروز اس کو زینت بخشی لیکن میرے نزدیک امیر خسرو کے زمانے سے لیکر قدماء کے دور تک کے جو اشعار ان تذکرہ نویسوں نے نقل کئے ہیں ان کو ریختی نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ہندی شاعری کے طرز روش پر کہے گئے ہیں جس میں عورت کو عاشق اور مرد کو معشوق قرار دیا گیا ہے نواب امیر خاں کے اشعار کا کوئی نمونہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے موجودہ حالت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اول اول سعادت یار خاں نے ریختی کو ایجاد کیا اور انہیں نے اس کو ترقی بھی دی۔"

(شعر الہند جلد دوم صـ۳۰۵)

چنانچہ ایک مدت تک ہمارا بھی یہی خیال تھا مگر موجودہ مواد نے ہمیں اس خیال پر قائم رہنے نہ دیا یقین ہے کہ اور تذکرہ نویس بھی اپنے خیالات بدلنے میں اس مواد سے مدد لینگے۔

اس وقت ہمارے پیش نظر جو قدیم ریختی ہے وہ سید شاہ ہاشم کے مرید میراں ہاشمی کا کلام ہے۔ یہ بزرگ بیجاپور کے متوطن علی عادل شاہ کے درباری شاعر تھے ۱۱۰۹ھ میں انتقال کیا اور منجملہ اور تصنیفوں کے

۔۔۔۔۔ نوس قزح ۱۹۴۰ء مضمون ریختی اور رنگین ۔

۱۱۷۵ھ میں لچھمی نرائن شفیق نے چمنستان شعرا ترتیب دی ہے اور انہوں نے کسی میر یحییٰ مخاطب بہ نوازش علیخاں منصبدار برہان پوری متخلص بہ عاشق کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کا رنگ بھی ریختی سے مشابہ ہے۔
سلونے سجن تیرے کوچے منے — شب و روز عشاق کا شور ہے
مگر افسوس ہے کہ ان کے بھی زیادہ اشعار نہ مل سکے۔
معاصرین ولی ہی میں ایک بزرگ سید محمد قادری تھے جن کا دیوان اُن کی زندگی ہی میں ۱۱۸۳ھ میں مرتب ہو گیا تھا۔ جس میں ایک ریختی غزل بھی موجود ہے۔ یہ وہی دیوان ہے جس کا تذکرہ مولوی عبدالحئی مرحوم نے گل رعنا میں کیا ہے اور جو نواب صدر یار جنگ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ان حضرت نے تصوف آمیز ریختی بڑے مزے سے کہی ہے۔

پیا بن اے سہیلی انجھوں سے مکھ دھوتی ہوں
کبھی میں مقنع گھر اندھارا دیکھ روتی ہوں
رہوں میں کب تلک جھرتی جلا کر دل کتیں کڑتی
کہ اب غم کے پہاڑوں پر بھلا دم بر بڑوتی ہوں

نواب سکندر جاہ بہادر کے عہد حکومت میں ۱۲۱۸ھ مطابق ۱۸۰۳ء سے ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۲۹ء تک نواب بدر الدین خاں بہادر امیر جنگ امیر الدولہ متخلص بہ ..... تھے جن کا ریختی کا دیوان آصفیہ لائبریری میں موجود ہے۔ مگر افسوس

انھوں یاں آؤ کھینگے تو کھونگی کام کرتی ہوں
اُٹھاتی اور سنبھلتی جب گھڑی دو چار بیٹھوں گی

ہاشمی کے بعد اشرف اور رحیم معاصرین ولی کی ریختیاں نظر آتی ہیں۔ گو ان دونوں نے ریختی کے دیوان مکمل نہیں کیئے مگر بعض شعر اس رنگ کے ضرور پائے جاتے ہیں، ولی کے سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ مؤلف فرہنگ آصفیہ نے ۱۱۰۰ھ میں ولی کو ملک عدم کی طرف چلتا کیا ہے۔ آصفی ملکاپوری نے اور مولوی نصیر الدین ہاشمی نے ۱۱۵۵ھ تک اُسے زندگی کے جھمیلوں میں پھنسایا ہے بہر حال یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ولی نے ۱۱۰۰ھ سے ۱۱۵۵ھ تک کسی ایک سنہ میں وفات پائی۔ اشرف اور رحیم دونوں ولی کے معاصر تھے اور انہیں سنین میں موجود ہوں گے۔ اشرف کا صرف ایک ریختی شعر ملتا ہے۔

پیا بن میرے تئیں بیراگ بھایا ہے جو ہونا ہو سو ہو جائے
بھبوت اب جوگیوں کا رنگ لایا ہے جو ہونا ہو سو ہو جائے

رحیم کے بھی صرف چار یا پنچ شعر ملتے ہیں۔

اری ناداں تئیں اپنے سجن کو کیوں رُٹھایا ہے
رُٹھا کر پیو کو جگ میں کسی نے ذوق پایا ہے
بہت پچھتائیگی میری نصیحت مان کہتی ہوں
سکھی کو رات سوہی ہر پیارے کو جو بھایا ہے

اسی زمانہ میں لائق کے علاوہ محمد صدیق قیس حیدرآبادی نے بھی ریختی کہی ہے جن کا دیوان
رنگین کے دیوان سے زیادہ ضخیم ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں ۱ دو دیوان ۱۲۶۹ھ [illegible]
موجود ہے۔ قیس نے ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی ہے۔

قیس کی ریختیاں بالکل رنگین کی سی ہیں۔ قیس اور رنگین کی ریختیوں
کا مطالعہ کرنے والا صرف دو نتیجوں پر پہنچ سکتا ہے کہ قیس نے رنگین کے
دیوان کا جواب کہا ہے یا رنگین نے قیس کے دیوان کا۔ رنگین کی ریختیوں کا
جو دیوان انڈیا آفس میں موجود ہے اس کا سنہ تصنیف ۱۲۴۹ھ ہے[1]
اور قیس نے ۱۲۳۰ھ میں انتقال کیا ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ قیس کی
ریختیوں کا دیوان ۱۲۳۰ھ سے قبل مرتب ہو چکا تھا اس طرح دیوان قیس دیوان
دیوان رنگین سے انیس سال قبل مرتب ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بیجا ہوگا
کہ قیس نے رنگین کی ریختیوں کا جواب کہا ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قیس
کا دیوان رنگین کے پیش نظر رہا ہے مگر ہماری رائے میں یہ بھی درست نہیں
قیس نے اس قدر غیر معمولی شہرت حاصل نہیں کی تھی جو ان کا دیوان
حیدرآباد سے باہر نکل کر رنگین تک پہونچتا۔ ہماری رائے میں رنگین نے
الگ کام کیا ہے اور قیس نے جدا ریختی کہی ہے۔ ہمارے اس خیال
کی تائید رنگین کے دیوان ریختی کے دیباچے سے بھی ہوتی ہے وہ

---

[1] دیکھو فہرست ہندوستانی مخطوطات مرتبہ بلوم ہارٹ (رنگین)

ریختی کا دیوان نہیں ملتا صرف ایک ریختی مذکورۂ بالا دیوان کے آخر میں نظر
آتی ہے۔ جو رنگین کی ریختی سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ ردیف الف میں
رنگین نے "دور دوا" "نور دوا" قافیہ اور ردیف میں (۷) شعر کہے ہیں اور
اسی ردیف میں صرف قافیہ بدل کر لائق نے بھی (۶) شعر کہے ہیں ملا کر دیکھیے۔

لائق

پاس میرے تو کسی ڈھب سے اُسے لا ری دوا
میں بلائیں تیری لیتی ہوں اری جا ری دوا

وہ نہ آئے تو قسم دیکھیو میرے سر کی
اُس کو جھٹ پاس کسی ڈھب سے منا لا ری دوا

ہائے ہائے کیا بیٹا مجھے کہا یا تو نے
وہ منانے تو مجھے تیری بڑی بیچاری دوا

اس موئی مائی ملے پر تو تو پھر تک ماروں
یا کوئی اور ہی تدبیر تو بتلا ری دوا

سینے سے سینہ ملا اُس کے تو بوسے لے تو
پاؤں میں پاؤں ملا عیش کروں ہائے پیاری دوا

ہاں کہا اُس نے کہا تیری ذرا لائق شب کو
بہت چھپیا لہو ہو کی قسم کہہ دی نہ شرما ری دوا

رنگین

مجھ پہ طوفان نئے چاہ کا چل دور دوا
جھوٹ میں سنہ کا تیرے جائیگا اُڑ نور دوا

ایک تو شکل ڈرانی ہے تری بیجا سی
تس پہ یوں پہاڑ کے دیدے مجھے مت گھور دوا

بک گیا ہے تیرے ہاتھوں سے کلیجہ مارا
تجھکو دن پیچ حیلوں کو گرہو بیر اسقدر دوا

اس لگانے سے تیرا اور بجھانے سے تیرے
تیری تالو میں الٰہی کرے ناسور دوا

بڑبڑاتی ہے تو کیا صبح کو کل رہ تو سہی
ہڈی ہڈی تیری کرنی ہے مجھے چور دوا

دوستوں کو میرے دشمن تو کیا ہے تو نے
اور کیا چاہتی کیا ہے تجھے منظور دوا

تیری تو تو نہیں رنگین بھلا جس تس سے

باندی کنارے بیٹھ کے دھولا ازار بند
بن بن کے بیچتی ہے بچاری ازار بند

ابکے رکھی ہو دو گا تا وہ طرحدار اصیل
نوجواں پتلی سی گوری سی دھواں دہار اصیل
اشنان کے نہا آتی ہے بو تجہہ میں سڑی
کتنی گندی ہے اری دور ہو مردار اصیل

تو خریدار کی میرے ہے خریدار اصیل
مارے گردن تجہے لیکر کوئی تلوار اصیل
میری چندیا سے پرے ہٹ کے بکا کر ماما
میں نے یہ بات کہی تجھکو ہے سوبار اصیل

کیا بنا لائی ہے منہیارن ممانی چوڑیاں
میں تہ پہنونگی کبھی یہ آسمانی چوڑیاں
بدگئیں دو چوڑیاں تو بدگئیں کرہتی ہے کیوں
بہن لے چل ہاتہہ ڈہیلا چھو جانی چوڑیاں
قیس پر کرتی تھی فرمائش کہ یوں جوڑا بنا
سبز سالو ورنہ اودی آسمانی چوڑیاں
آگے پیچھے عاشق و معشوق کو گوتھیں لگا
دہار پہلا دہار کے کل سمیں دہانی چوڑیاں

کسکی ہے نجتا وری پہنے کنواری چوڑیاں
رائی مینا کی جبا مجہہ کو تمہاری چوڑیاں
مہندی جبتک میں لگاؤں تب تلک اے منہیاری تو
ٹھیک کر جوڑا قرینے سے لگا ری چوڑیاں
چھوٹا جوڑا پہنوں میں اتنا یہ چھوٹی بات ہے
سچے بندوں کی پہنا دی مجہکو بہاری چوڑیاں
اب ہوس باقی نہیں رنگیں ہیں زیبا رہا
پہنیاں سب رنگ کی ہیں باری باری چوڑیاں

بخشنے والا ہے صاحب میرا او بد والا
یہ تو کہتی نہیں میں نیک ہوں بدکار ہوں

یہ بولتی ہوں بول بڑا خاک جائے کر
گوٹیاں کی طرح جہاڑو کی تیلی نہیں ...

غرض دیکھ کر تو بھی خوش ہو گی دل میں
عجب طور کا ہے وہ انسان آ گیا

خم ہو رنگیں کو نہ میرا یوہیں اسکے پیچھے
مفت برباد ہوئی میری جوانی آ گیا

بوا لا دے ایسا طرحدار جوتا
جھالا پور کا کوئی دھواں دھار جوتا

مجھے چاہئے ہے دھواں دھار جوتا
کوئی لا دے اننا طرح دار جوتا

رات کوٹھے پہ تیری دیکھ لی چوری انا
کالی اوڑھنی تھی چیرہی نیچے تھی گوری انا
لاڈو بازار کو جاتی ہے تو صدقے تیرے
بھول مت یاد سی لے آ میری ڈوری انا

رات یا توں میں بہانے تو نے گزاری انا
صدقے تیرے کسی ڈھب سے اسے لا ری انا
آٹھ آٹھ آنسو رلاتی ہے مجھے اس کی چاہ
روز و شب بہتے ہیں اشک آنکھوں سے جاری انا

کاہیکو پہنو نگی باجی میں تمہاری انگیا
ایک سے ایک مرے پاس ہے بھاری انگیا
جسکی چڑیا کا وہ عالم تھا کہ اب اڑ جائے
مرے باجی سے جو کل شرط میں ہاری انگیا
ٹوکیاں ڈھیلی ہیں اور تنگ بہاؤں پر تو
اس طرح کوئی بھی سیتا ہے گنواری انگیا

کل جو سہاگنی نے سی دیکے مروڑی انگیا
ہو گئی تنگ بہاؤں سے نگوڑی انگیا
ٹھیک کچھ گات پہ یہ ہی نہیں بی سہاگنی
تنگ اس سے بھی ذرا سیجیو تھوڑی انگیا
ٹوکیاں اور بچھاوڑے ہیں سب تار بتار
کج کجا کر کے جو نگین نے بجوڑی انگیا

اسے انہو محل میں کوئی دیکھ لے تجھے

ہمسائی پر یہ وقت پڑا ہے کہ میں تھان

چنپے کا اُس پہ کام تہا کیا خوب واہ بیڑے
کوٹہے پہ جو لٹکتی تھی وہ کل کی اوڑہنی
شعلہ سا ایک آنکھوں میں میری چمک گیا
سر پہ بیڑا نکی وہ جو کہیں ڈھلکی اوڑہنی

بھاری بنت منگا دی کہ رنگین لگاؤں میں
سر پہ میرے ٹہہرتی نہیں ہلکی اوڑہنی
پہونچی لچک کمر کو ارے لوگو دوڑیو
کولے تلک جو سر سے میری ڈہلکی اوڑہنی

تو نے چڑیا وہ بنائی ہے کہ بس بول اُٹھے
تیرے ہاتھوں کے میں قربان گئی مغلانی

تھہ لے ربط ہے اُڑ جائے یہ چڑیا کمبخت
تس پہ ڈوری ہے عجب ڈھب کی کسی مغلانی

دوگانا تو کیا ہے کسو کے کبھی آ گئے
اری قیس کا کر نہ مذکور باندی
قسم ہے علی جی کی کہتی ہوں تجھسے
کرونگی تیری ہڈیاں چور باندی

بڑبڑاتی ہے تو کیوں منہ کو بھلا کر ہر بار
ستیاناس تیرا جائیو اے ری باندی
پھوٹ جائیں کہیں یہ تیرا ہوائی دیدہ
آفتابے کو میرے ہاتھ سے لے ری باندی

رنگین کے علاوہ انشا کی ریختیوں اور قیس کی ریختیوں کی اکثر ردیفیں مل گئی ہیں ملاحظہ ہو:—

کیا جانئے کیا ہوگی جوانی میں یہ آفت
کوکا بھی میری ایک دھواں دھار ہی گوئیاں

اب تجھ سے خدا سمجھے تو ہی زہر کی اک گانٹھ
تجھ پہ نہیں ٹپکی پڑے درگاہ کی گوئیاں

راحت افزا سے یہ کہیو اجی گلشن بوبو
ہاتھ دھونے کو مرے لائیو بے سن بوبو
کیا دھواں دھار تھی پرکالۂ آتش افری
آگ لینے جو وہ آئی تھی پڑوسن بوبو
تکیہ چوں چوں کا تورانوں کے تلے دھر دینا
بیٹھے مسند پہ جب آکر میری سمدھن بوبو
لی دوگانا جو کہیں رات مسی کا صافہ
بن گیا پھول سمٹ غنچۂ سوسن بوبو
ٹیس پیڑو میں کمر دکھتی ہے رانیں اکڑیں
کیا بری طرح لیا قیس نے آسن بوبو

یہ بچپنے سے ہے اپنی عادت کہ جسکی ہوتی ہے چاہ بوبو
پھر اُس سے کرتی ہے اپنی مقدور آپ بندی نباہ بوبو
کسی سے آگاہ میں کہاں تھی کیا کہ آنکھوں میں نئی مری تلملٹ
نہ اسمیں تقصیر جی کی ہرگز نہ اسمیں دل کا گناہ بوبو
جو ٹرہ کے باجی سے میں ہو بولی تو میری تو آہیں منہ سے نکلے
نہیں ہے باور تو اس سے پوچھو چیا ہی میری گواہ بوبو
دوا کی کھینچی پہ تجھ نجانا نہیں ہے بالو نہیں اسکی بہدرک
یو نہیں وہ کرتی ہی مجھے ہر دم نکیونکہ مانگوں پناہ بوبو
کسی نے دی ہے جا کو کہہ دو خبر ستانی سے آ کی لادو بر
غضب ہے رنگیس ابتک آیا پڑی ہیں تکتی ہوں راہ بوبو

ہم پر تو جوانی کی ہے جو چوٹ زناخی
بھرتی نہیں نظروں میں تیری جو زناخی

تو اور بھی کر پیار گلے میرے چمٹ جا
طعنے مجھے اب دیتے ہیں سب لوگ زناخی

کیا میں کروں گی لیکی تیری ہلکی اوڑھنی
لا دے تو وہ مجھکو جھلا جھل کی اوڑھنی

میں وہ تو اوڑھنے کی نہیں کل کی اوڑھنی
باجی مجھے لے دو وہ جھلا جھل کی اوڑھنی

اور شرفا کے کانوں تک کو ناگوار ہوتے تھے ایسی کل چیزیں جو عورتوں کے پڑھانے کے قابل نہیں ہوتیں غیر مہذب اور فحش ہوتی ہیں" الخ
(ص ۲۸ و ۲۹)

"ریختی کے طرز میں ایک قسم کی دلچسپی ضرور ہے مگر خرابی یہ ہے کہ اس میں غیر مہذب اور فحش آمیز اشارے ہوتے ہیں۔ ناسخ کی رائے ہے کہ اس طور کے موجد میاں رنگین تھے اور رنگین نے خود بھی یہ دعوی اپنی نسبت اپنے دیوان کے دیباچے میں کیا ہے۔ مگر غور کیا جائے تو یہ طرز قدیم شعرا علی الخصوص شعرا دکن میں بھی موجود تھی مثلاً مولانا ہاشمی بیجاپوری جو دکن کے ایک مشہور شاعر تھے اور مولانا قادری جو ولی کے ہمعصر تھے اور جن کا تخلص خاکی تھا اور جن کا دیوان ۱۱۸۲ھ میں مرتب ہوا ہے ان لوگوں کے یہاں بھی ریختی کا پتہ چلتا ہے مگر اتنا فرق ضرور ہے کہ ان قدیم شاعروں کی ریختی ایک خاص قسم کی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ان کے کلام میں بھاشا کا زیادہ اثر ہے لہذا اسی کے تتبع میں اظہار عشق عورت کی جانب سے اور اسی کے الفاظ میں کرتے ہیں بخلاف معمولی اردو کے جس میں اظہار عشق عموماً مرد کی جانب سے ہوتا ہے اسی وجہ سے اس قسم کی ریختی میں فحش اور ابتذال مطلق نہیں ہوتا برخلاف انشا و رنگین کی طرز کے جن کا دار و مدار عیاشی اور شہوت پرستی پر ہے ان کی غرض عموماً یہ ہوتی ہے کہ ایسا کلام پڑھ کر لوگوں کو ہنسی آئے یا ان کے نفسانی جذبات میں ہیجان پیدا ہو اسی وجہ سے اس قسم کی نظموں میں خلوص اور بلند خیالی یہاں تک

قیس

نل بھر گئے پیڑو میں میرے درد ہی میٹھا
مت چھیڑ میں ہوں جان سے حیران دوگانا
کیا بولیگا خوجہ وہ موا بیش بریدہ
آنے دے میں کیا کھوتی ہوں کان دوگانا

انشا

نوج ایسے کہیں اور ہوں گے گھر گھو جٹے لوگ
سب تاڑ گئی ہی یہ برا شہر دوگانا
جیتوں تیری بس دیکھی ہی یاد پڑے ہے
دلی کی وہی چیل وہی لہر دوگانا

چونکہ رنگین اور انشا نے ایک ہی قافیہ اور ردیف میں ریختیاں کہیں ہیں اس لئے قیس کی ان ریختیوں کا مقابلہ جو قبل ازیں رنگین کے مقابلہ میں لکھی گئی ہیں انشا کی ریختیوں سے کیا جاسکتا ہے۔

ریختی کی مذمت سے ہر تذکرہ بھرا ہوا ملیگا سب سے آخر اور حالیہ تذکرہ میں جو ہسٹری آف اردو لٹریچر کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ریختی کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"یہ حسن پرستی اور شہوت پرستی بعد کو ایک خاص طرز میں ظاہر ہوئی جسکا نام ریختی یعنی عورت کی زبان رکھا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ ریختہ سے نکلا ہے اور یہ اس کا مونث ہے عورتوں کی زبان بالذات کوئی مذموم بات نہیں مگر خرابی یہ ہے کہ اس قسم کے اشعار جذبات نفسانی کو برانگیختہ کرنے کی غرض سے کہے جاتے تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ نہایت فحش اور مخرب اخلاق

ان کو شرم و حیا مانع ہو یا وہم و خوف دامنگیر ہو۔ یہ تحقیق اصطلاحات و محاورات ظاہر ہے کہ ان گھرانوں میں زیادہ ہے جہاں پردہ کی زیادہ سختی سے پابندی ہوتی ہے اسی فرق مذکورہ بالا سے انشا اور رنگین نے اپنے خاص اغراض کے لئے فائدہ اٹھایا اور اپنی نوایجاد طرز کا دارومدار اسی مخصوص عورتوں کی زبان اور بے حیائی اور بد اخلاقی پر رکھا۔"

"ریختی اس زمانہ کی بگڑی ہوئی سوسائٹی کا بہترین آئینہ ہے جبکہ لکھنؤ کے عیش پسند فرمانرواؤں اور امراء کی محفلوں میں عیش و عشرت اور حسن پرستی کا بازار گرم تھا۔ اور بازاری عورتوں کا عشق داخل فیشن ہوگیا تھا۔ شہر کے نوجوان امراء اس قسم کی بے اعتدالیوں سے متنبہ ہونے کی بجائے ان کو دیکھ کر بلا روک ٹوک قائم عمل میں لاتے تھے ظاہر ہے کہ اس زمانہ کی نظمیں ان کے جذبات اور ان کے مذاق کا آئینہ ہونا چاہیئے۔ کہ حقیقتاً ایسی اس قسم کی ناشائستہ اور غیر مہذب نظمیں نہایت ہی مخرب اخلاق اور نوجوانوں کے حق میں سم قاتل ہیں چنانچہ خود انشاء نے بھی اس قسم کے فواحش کے برے اثر کا ذکر ایک جگہ اپنی "دریائے لطافت" میں کیا ہے۔ بہرطور یہ طرز اس زمانہ میں بہت مقبول تھی اور اس کی ترقی کی معراج میر یار علی المتخلص بہ جان صاحب کے زمانہ میں ہوئی . . . .

غرضیکہ یہ صنف شاعری اب مقبول نہیں ہے اور مہذب جلسوں میں اس کو کوئی پسند نہیں کرتا البتہ مذاق و ظرافت کے وہ اشعار جو دائرہ

کہ بے ضرر اور سادہ مذاق بھی نہیں ہوتا"۔

یہ بات مزید قابل غور ہے کہ ہمارے ملک میں عورتوں اور مردوں کی علیحدہ علیحدہ زبان ہونے کے اسباب کیا ہیں۔ ان دونوں کی زبانوں میں صرف الفاظ و محاورات کا فرق ہوتا ہے جس میں بعض الفاظ و محاورے مستورات کے لئے مخصوص ہیں جن کو عام طور پر مرد نہیں استعمال کرتے۔ ہمارے نزدیک اس خصوصیت اور فرق کی بڑی وجہ پردہ ہے جس سے اس ملک کی شریف گھرانے کی عورتیں غیر مردوں کے سامنے نہیں آسکتیں اکثر پرانے خیال کے لوگوں میں تو پردے کے بارے میں یہانتک سختی ہے کہ عورتیں اپنے غیر محرم رشتہ داروں تک سے پردہ کرتی ہیں پس ایسی قید کی صورت میں لازم ہوا کہ عورتیں اپنے واسطے کچھ خاص اصطلاحیں اور محاورے مخصوص کرلیں مثلاً مرد چونکہ آزاد تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں لہٰذا وہ دوسری زبان کے الفاظ بے تکلف بولنے لگتے ہیں۔ عورتیں برعکس اس کے اپنے پردے اور عدم تعلیم کی وجہ سے اپنی خالص زبان کی پابند رہتی ہیں۔ اور اس کی صحت اور بے میل رہنے کی حفاظت کرتی رہتی ہیں پھر چونکہ عورتوں کے مزاج میں فطرۃً قدامت پسندی اور تغیر ناآشنائی ہوتی ہے اس وجہ سے دوسری زبانوں کے ثقیل اور کڈھب الفاظ ان کو پسند نہیں آسکتے مزید برآں ان میں قدرتاً شرم و حیا اور ضعیف الاعتقادی ہوتی ہے اس لئے ایسے الفاظ ان کو ایک رمز و کنایہ سے اور خاص طریقے سے وضع کرنا پڑتے ہیں، جن کے نام لینے میں

. . . . ریختی اردو کا ایک فن ہو گیا جس کی ایجاد گو ایک دہلی ہی کے شاعر سے ہوئی تھی مگر لکھنؤ میں ہوئی اور یہیں اس نے فروغ ہوا . . . .

. . . . ریختی میں اگر فحش اور بدکاری کے مذاق سے پرہیز کر کے پاکدامنی کے جذبات اختیار کئے جاتے تو یہ فن ایک حد تک قابل ترقی ہوتا۔ مگر خرابی یہ ہوئی کہ اس کی بنیاد ہی بدکاری کے جذبات اور بے عصمتی کے خیالات پر تھی اس لئے ریختی گویوں کا قدم ہمیشہ جادۂ اعتدال سے باہر ہو گیا اور اس نے زبان کو چاہے کسی حد تک فائدہ پہنچایا ہو مگر اخلاق کو نقصان پہنچایا۔

(مضامین شرر مشرقی تمدن کا آخری نمونہ صفحہ ۹۱ تا ۹۲)

مرزا فدا بخش صابر اپنے تذکرہ گلستان سخن میں رنگین جان اور نازنین کی ریختیوں کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں۔

"صرف عورتوں کی گفتگو اور ان معاملوں کے سوا کہ مرتبہ شناسان سخن کے نزدیک فضول اور نازک دماغوں کے آگے نامعقول ہیں اور کچھ نہیں اور نامعقولیت سے مراد یہ ہے کہ کلام فحش آمیز یا کلمات شہوت انگیز سے زبان قلم کو آلودہ کیا ہے یہ تو اس نظم کے گوش و گردن کا پیرایہ بلکہ اس طرز کا خمیر مایہ ہے مراد اس سے یہ ہے کہ وہ باتیں جو عورتوں کو اثنائے خانہ داری میں پیش آتی رہتی ہیں مثلاً کسی بہن بھنیلی کے گھر مہمان جانا یا کسی بھائی بند کا اپنے گھر بلانا خصم سے توم چھلے کے

تہذیب سے خارج ہوں عام طریقے سے پسند کئے جاتے ہیں"
(تاریخ ادب اردو صفحہ ۲۳۶ تا ۲۴۲)

ریختی کے متعلق ہندوستان کے مشہور ادیب مولانا شرر فرماتے ہیں۔

"لیکن ریختی کا فن باوجود غیر مہذب ہونے کے دلچسپ ہے......
...... مردوں اور عورتوں کے محاوروں اور لہجے میں تھوڑا بہت فرق ہر زبان میں ہوا کرتا ہے مگر اتنا نہیں جتنا ہمیں اپنی زبان میں نظر آتا ہے۔ فارسی عربی سب زبانوں میں یہ امتیاز موجود ہے مگر اردو اس خصوصیت میں بڑھی ہوئی ہے فارسی اور عربی کا پرانا مذاق تھا کہ عورتیں شعر کہتیں تو اپنی زبان چھوڑ کر مرد کبھی عورتوں کی زبان سے کوئی خیال ادا کرتے تو زبان میں لطف پیدا کرنے کے لئے ان کی زبان اختیار کر لیتے یہی حال انگریزی کا ہے۔ اردو شاعری ہمیشہ سے صرف مردوں کی زبان میں رہی یہاں تک کہ اس میں عورتیں شعر کہتی ہیں تو مرد بن کر کہتی ہیں مردوں ہی کی زبان اختیار کرتی ہیں اور اپنے لئے وہی ضمیریں استعمال کرتی ہیں اگر شاعر کا نام نہ معلوم ہو تو کوئی نہیں پہچان سکتا کہ یہ کسی مرد کا کلام ہے یا عورت کا؟

اردو شاعری کا ... یا پوچھتا تھا دور رکھتا کہ شوخ طبع جوانوں میں خیال پیدا ہوا کہ ریختی کی طرح ایک ریختی ایجاد کی جائے......

گدگدانے کی تمنا اور کرتی انگیا بنگوانے کا تقاضہ اس طرح سے
خرچ کئے ہیں کہ ان سے کچھ لطف یا نکتہ کہ شاعر خوش مذاق
کو لذت دے حاصل نہیں ہوتا اور مرزائے مرزا منشی نے
معاملات کو اس لطافت سے ادا کیا ہے کہ سامع کا جی
نکل جائے اور سننے والا کلیجہ پکڑ کے بیٹھ جائے۔

(گلستان سخن صفحہ [illegible])

ان شعرا نے جو ریختہ کہتے تھے اگر ریختی کی برائی کی تو برا نہیں کیا اس لئے
کہ یہ ان کے مسلک سے جدا چیز تھی مگر مشکل یہ ہے کہ ان لوگوں نے بھی
ریختی کی برائی جی بھر کر کی ہے جو ریختہ کہتے تھے نہ فارسی . . . .
. . . . ریختی پر جو سب سے بڑا الزام لگایا جاتا ہے وہ یہ
ہے کہ اس میں فحش پن اور شہوت انگیز باتیں زیادہ ہیں۔ میں حیران ہوں کہ
ان دونوں چیزوں کی موجودگی کے باوجود شعرائے لکھنؤ کے دواوین کو
لوگ سر اور آنکھوں پر لئے کیوں پھرتے ہیں؟

مولوی عبدالسلام ندوی نے شعرالہند حصہ اول میں "لکھنؤ اور دلی
اسکول" کا امتیاز ظاہر کرتے ہوئے "لکھنؤ کے تمدن [illegible]
پر جو زنانہ [illegible] کا اثر [illegible] کی شاعری [illegible]
پر نمایاں ہوتا ہے [illegible] سے شعر نقل کئے ہیں۔

مولوی عبدالسلام صاحب نے ان اشعار کو جو معمولی تھے نقل کر لیا ہے
اگر وہ چاہتے تو انہیں شعرائے لکھنؤ آتش، ناسخ، بحر وغیرہ کے دواوین سے
حد درجہ گندے شعر نکال سکتے تھے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ آتش اور ناسخ، بحر اور خلیل جیسے اردو
کے اساتذہ نے اگر ایسے عریاں محاورے اور شہوت انگیز جذبات استعمال
کئے تو برے نہیں لگے۔ انہیں آنکھوں پر جگہ دی۔ اور جان اور رنگین نے
اگر انہیں واقعات کو لکھ دیا تو غضب ہو گیا۔ صاحب ستہ بیگم زاہد بالو سینہ
تک کھینچ اٹھے کہ فحش ہے تہذیب اخلاق سے پایۂ دور کیا ہے۔

شعرائے عرب کے دواوین کا مطالعہ کیجئے تو آپ وہاں بھی ایسے
ہی آزاد بیاں شعرا پائیں گے۔ عرب کے شاعر اعظم امرا القیس کا سارا
دیوان آپ کو ایسے ہی بے تکلفانہ خیالات اور جذبات اور مناظر سے
بھرا ہوا ملیگا۔ اس کا مایۂ ناز "دارۃ جلجل" والا قصیدہ جس کے متعلق وہ
کہتا ہے کہ

ألا رَبَّ یومٍ کان مِنهُنّ صالحٍ   ولا سیما یوماً بدارۃ جلجلِ [1]

دارۃ جلجل ایک تالاب تھا جہاں ایک دفعہ امرا القیس کی محبوبہ عنیزہ
اور اس کی سہیلیاں کنارے پر کپڑے رکھ کر نہا رہی تھیں۔ اسی حالت
میں یہ حضرت جا پہونچے اور سبھوں کے کپڑے سمیٹ چھپا ڈالا۔ اب جو

---

[1] وصل محبوب کے لحاظ سے جو اچھے دن گزرے ہیں ان میں وہ دن سب سے
زیادہ اچھا تھا جو دارۃ جلجل میں گزرا۔

آتش

بوسہ بازی سے میری ہوتی ہے ایذا انکو — منہ چھپاتے ہیں تو ہوتی ہیں مہاسے پیدا

لب شیریں کی تیری چاشنی ممکن نہیں — ہیں سے شکر ہوئی شکر سے نباتی پیدا

یہ جانتے تو تمہیں ہم نہ باندھنے دیتے — کمر کے ساتھ لپٹے گا ناف کو پٹکا

ناسخ

شکم صاف کے قرین ہے کمر — یا ہے مخمل پہ خواب مخمل کا

حسین علی خاں اثر

دلاسوتے ہیں قند لب کے خاطر خواہ بوسہ کی — مثل مشہور ہے دنیا میں گڑ میٹھا ہے چوری کا

خلیل

وصل کی شب پلنگ کے اوپر — مثل چیتے کے وہ مچلتے ہیں

ناسخ

بالوں کا کچھ اثر بغل یار میں نہیں — پڑتا ہے عکس زلف سیہ فام دوش پر

خلیل

پھرتے ہوئے دن کا تماشا ہے نامہ بری میں — قاصد سرا گویا کہ روزنہ ہے محل کا

خلیل

دیکھی شب وصل ناف اُس کی — روشن ہوئی چشم آرزو کی

دع ماکدر" پر عمل کر کے گندے شعر نکال دے اور اچھے شعر کہے!
ان نام نہاد علم برداران شرم و حیا کو معلوم ہونا چاہیے کہ بقول "لنکن"
"تم کچھ لوگوں کو بیوقوف بنا سکتے ہو اور سب لوگوں کو تھوڑے"
"عرصے کے لیئے دھوکہ دے سکتے ہو لیکن تم ہمیشہ سب لوگوں کی"
"آنکھوں میں خاک نہیں جھونک سکتے"
دنیا کا عجب حال ہے۔ "وکٹر ہیوگو" کہتا ہے۔
"وہی پیشیں یا افتادہ باتیں جن پر قلم اٹھانا کسی زمانے"
"میں خلاف علمیت سمجھا جاتا تھا آج دنیائے ادب میں یہ عظمت"
"نگاہوں سے دیکھی جا رہی ہیں اور ان پر روشنی ڈالنا"
"معراج کمال کا ثبوت دینا ہے"
دس بارہ سال پہلے حیدر آباد میں محرّم کے زمانے میں "رنگ"
نکلتے تھے ان رنگوں میں عجیب قسم کی شاعری کی جاتی تھی، بعض عبد الکریم
نتھو بیگ وغیرہ ان پڑھ شاعر تُک بندی کیا کرتے تھے لوگ سنتے
اور ہنستے شعراء باکمال ناک بھوں چڑھاتے بلکہ خوب خوب سناتے
تھے، واقعہ یہ ہے کہ اس شاعری کو سن کر خود مجھے ہنسی آتی تھی، مگر
آٹھ دس سال بعد بھی زمانے نے ایسا پلٹا کھایا کہ وہی نظمیں جو بالکل
عبد الکریم دانا والی محرم کی رنگوں والی بے تکی نظموں کی سی ہوتی
تھیں۔ ہندوستان میں عام طور پر پسند کی جانے لگیں۔ جواں مرگ
ادیب مولوی عظمت اللہ خاں بی۔ اے، نے مجھے بھی اس رنگ کی

سہیوں نے نہا کر کپڑوں کا مطالبہ کیا تو آپ نے ان سب کو اور خاص کر اپنی محبوبہ عنیزہ کو پانی سے برہنہ نکلنے پر مجبور کیا۔ یہ قصیدہ عمدہ ترین کلام میں شمار کیا جاتا ہے۔ بہترین جذبات کا آئینہ اور نفیس ترین الفاظ کا حامل عمدہ تشبیہوں اور استعاروں سے بھرا ہوا خیال کیا جاتا ہے حالانکہ اس میں اسی تالاب والے واقعہ کی عریاں ترین تصویر ہے۔ جو نہایت ہی فحش اور شہوت انگیز بھی خیال کی جاسکتی ہے۔

یہ حال تھا عرب کا عجم کی مشہور ترین نظم شاہنامہ کو دیکھئے تو اکثر مناظر اور اشعار آپ کو دارجلل سے زیادہ عریاں نظر آئیں گے۔ یہی وہ کتاب ہے جس پر عجم کو ناز ہے جو "قرآن عجم" کہلاتی ہے، علاوہ ازیں اور اساتذہ عجم کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو ناسخ و آتش، بحر، خلیل کی طرح بیسیوں فحش اشعار ملیں گے۔

یونان کی مشہور شاعرہ سیفو کا کلام دیکھو تو وہ بھی اسی رنگ میں رنگا ہوا نظر آئیگا "فیان" کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا لکھ دیا اور لکھا بھی تو اس مزے سے کہ جان اور رنگین بھی مات ہو گئے۔ انہیں اشعار کو دیکھ کر یونانیوں نے سیفو کو ابرو باختہ قرار دیا اور سزا بھی دیدی مگر وہی لوگ اس کے کلام کے محافظ بھی رہے اور اب تک سیفو کا کلام موجود ہے۔

رونے کی جگہ ہے کہ مندرجہ بالا کلام میں کسی کو کیڑے نظر نہیں آتے مگر نظر آتے ہیں تو صرف ریختی میں کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہیں جو "خذ ما صفا

نظمیں کہنے پر مجبور کیا اور میں نے نظمیں کہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا!

ہندوستان اور خصوصاً ملک پنجاب میں بارہ پندرہ سال پیشتر چکی کے گیت گانے کا دستور تھا۔ جب غالباً چکی پیسنے والیوں ہی کی ایجاد ہوئی تھیں جب سے کہ آٹے کی کلیاں نکلیں چکیاں بند ہو گئیں مگر ہزاروں کان ان گیتوں سے آشنا ہوں گے وہ گیت بالکل عظمت اللہ خاں مرحوم کی نظموں کی سی ہوتی تھیں۔ عظمت مرحوم کہتے تھے کہ انکی نظمیں ہندی نظموں کی تتبع میں کہی ہوئی ہیں۔ ہندی کی لوشنکا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم مگر ظاہرا طور پر تو بالکل چکی کی گیتوں کی طرح ہوتی تھیں، مگر دلگی یہ ہے کہ چکی کی گیتوں کی ہنسی اڑائی جاتی ہے انہیں کوئی پسند نہیں کرتا۔ لیکن عظمت اللہ خاں کی نظمیں عام طور پر پسند کی گئیں۔

یہ زمانہ کا تغیر نہیں تو کیا ہے؟

اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ اچھا اور برا دیکھا جائے سنی سنائی پر مطلق عمل نہ ہو بلکہ ہر چیز کی بھلائی برائی اسے دیکھ کر معلوم کیجائے۔ زبان اردو اگر کسی شاعری کو حقیقی شاعری بنا کر پیش کرسکتی ہے تو وہ نہ تو قصیدہ ہے نہ غزل نہ رباعی ہے، نہ واسوخت ریختی اور صرف ریختی حقیقی شاعری کی حیثیت سے پیش کی جا سکتی ہے۔

عربوں نے شعر کی تعریف یہ کی ہے کہ۔

"الشعر ہمنہ لستہ الکلام"

بتائی تو یار لوگ بگڑ بیٹھے کہ ---- اشعار میں فحش ہیں اور شہوت انگیز ہیں۔
مگر کسی شخص میں اس قدر جرأت ہے کہ وہ ان واقعات کو غلط ظاہر کر سکے؟
"کنٹربری سکشول اسپیشنڈنگ" "سائکالوجی آف سیکس" "میڈیکل جورس پروڈمینس" "دی سکشویل لائف آف ا ورڈ ایم" "برٹش میڈیکل جرنلز"
ان تمام واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ کیوں نہ انہیں جلا دیا جائے۔
کیوں نہ ان کی اشاعت روک دی جائے۔ کیوں نہ انہیں ضبط کر لیا جائے۔
دنیا بھر کے کارخانے۔ زنانی مدارس۔ زنانی دار الاقامے۔ زنانی جیلخانے
جسطرف نظر اٹھائیے یہی منظر پیش نظر ہوگا، زمانۂ قدیم کی مشہور مصری ملکہ "ہیپشیا" جو مصنوعی ڈاڑھی مونچھ لگاتی اور مردانہ لباس پہنتی تھی۔
اسی لعنت میں مبتلا تھی، روس کی ملکہ کتھرائن باوجود شادی شدہ اور کئی بچوں کی ماں ہونے کے ایسی ہی مشہور تھی،
عورتوں نے اس ایک طریقے کے علاوہ تسکین خواہشات کے کئی ایک طریقے ایجاد کئے ہیں بعض مصنوعی آلات بھی بنائے ہیں۔ خیر یہ گزری کہ ریختی گویوں کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوا ورنہ ایک آفت بپا ہوتی!
بہر حال بقول ڈاکٹر "کوشر" "یہ لعنت تمام دنیا کی عورتوں پر مسلط ہے"۔ اگر ریختی گوئیوں نے ایک آدھ شعر میں اس کا تذکرہ کر دیا تو کونسی قبر شکنی کی جس کی وجہ تمام "ملّا" وضع لوگ بگڑے ہوئے ہیں۔
یہی ایک چیز ہے جو ریختی میں زیادہ ہے ورنہ اور سب باتیں جو

واں کوئی کیوں رہے ہو وین جہاں ایسی جلّاد | رہی یاں اپنا کوئی مار کے جی مغلانی
کھا کے جب طیش سے[۱] کہا اُسی گرج کر یہ مجھے | تب یہ جھنجلا کے کہا میں نے کہ بی مغلانی!
نہیں رہتی ہو تو لو جاؤ جی اپنی بس بخشو! | میں ہی لیتی ہوں بلا اور ابھی مغلانی
اس ذکو سر پہ اٹھایا تھا محل کل ہی سے | لیکن اس بات کو سنتے ہی ڈری مغلانی

کیا یہ وہی زبان نہیں جو ہندوستانی شریف مائیں بہنیں بولتی ہیں کیا یہ وہی واقعہ نہیں جو اسی طرح یا ذری سی تبدیلی کے ساتھ ہر ہندوستانی گھر میں پیش آتا ہو۔ دیکھئے عورت کی فطرت کو کس عمدگی سے نمایاں کیا ہے عورت کی یہ فطرت ہے کسی عورت نے اپنی کسی چیز پر اس کے سامنے غرور کیا کہ وہ بگڑی تا وقتیکہ بقول رنگین کے اُس کا "مان" نہ گھٹا لے چین نہ لے گی چاہے مغلانی کپڑا اچھا سی کر ناز کرے یا ماما کھانا اچھا پکا کر ذرا تن جائے غیر یہ تو ملازمین ہوئے اسے تو اپنی عزیزوں کا بھی "اترانا" پسند نہیں آتا چاہے وہ بہن بھانجی ہی کیوں نہ ہو! اسی طرح ریختی کا ہر شعر فطرتِ نسوانی کی سچی تصویر نظر آئے گا اس میں چند فحش باتیں ضرور آگئی ہیں جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ واقعات ہیں۔

رات کوٹھے پہ تیری دیکھ لی چوری انّا | کالی اوپر تھی چڑھی نیچے تھی گوری انّا

اگرچہ عتیس نے کہا یا رنگین نے "مثنوی دربیان سیر باغ اور اظہار تو ال دو عورتوں کا رو برو باجی کے" لکھا اور اسی غیر فطری کام کی تفصیل

---

۱ تیش۔

رغبت ہوئی۔ ایک حد تک درست۔ بیگمات سے ایک حد تک رنگین مزاج واقع ہوئے تھے عیاش آدمی تھے۔ خانگیوں سے خوب صحبتیں رہیں اور اسی صحبت نے ان کی زبان پر نسوانی محاورات جاری کر دیے اور انہوں نے نظم کرنا شروع کیا۔ اسی لیے تو بیگمات قلعہ معلی کے محاورات اچھے معلوم ہوئے اور انہوں نے انہیں موزوں کر دیا۔ بات در اصل یہ ہے کہ نسوانی اردو بھی نہایت ہی دلآویز ہے۔ شرر تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"عورتوں کی زبان مردوں کے مقابل ہر ملک اور ہر قوم میں زیادہ شستہ اور دلکش ہوتی ہے۔ لکھنؤ میں خاص بات تھی کہ محلات اور محترم خاندانوں کی معزز بیگموں کی زبان میں علاوہ نسائی دلفریبیوں کے ادبی اور شاعرانہ نزاکتیں پیدا ہو گئی تھیں باتیں کریں تو معلوم ہوتا کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں اور غور کیجئے تو صحت الفاظ۔ پیاری بندشیں اور طرز ادا کی نزاکتیں بتاتیں کہ زبان کی خوبیاں اس سرزمین میں کس اعلیٰ کمال کو پہونچ گئی ہیں۔"

(مضامین شرر مشرقی تمدن کا آخری نمونہ ص ۱۰۱ تا ۱۱۲)

دنیا میں انسان اور بقول ڈاکٹر گھوش کے ہر ذی روح اور غیر ذی روح دو طبقوں میں منقسم ہیں۔ مذکر اور مونث یہ تقسیم بالکل فطری

ریختیاں موجود ہیں وہ سب کی سب اساتذۂ لکھنؤ کے دواوین میں موجود ہیں۔ مثنوی کہنے والوں نے تو امیر حسن سے کر شوق تک) خوب دل کھول کر اس قسم کے قصے میں لکھے ہیں۔ مگر کوئی اللہ کا بندہ ان کو برا نہیں ٹھہراتا البتہ برا ہوتا ہے تو ریختی اور صرف ریختی پر!

ریختی کی ابتدائی تاریخ تو آسانی سے معلوم ہو گئی مگر یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ ریختی ایجاد کیسے ہوئی؟ اور کیوں ہوئی؟ نام سے ظاہر ہے کہ یہ ریختہ کی تانیث ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ریختہ کے بعد کی چیز ہے مگر یہ سوال حل نہیں ہوا کہ کیوں ایجاد کی گئی۔ انشاء اللہ خاں کا بیان ہے کہ رنگین نے اس کو اس لئے ایجاد کیا کہ شریفوں کی بہو بیٹیاں خراب ہوں رنگین کہتے ہیں کہ میں نے بہت سی شیطانی ہے جا کر خانگیوں سے میل ملاپ بڑھا کر یہ چیز حاصل کی تھی۔ انہوں نے اس کو محاورہ بیگمات شہر شاہجہان آباد لکھا ہے انشاء اللہ خاں کا یہ بیان کہ رنگین نے شریفوں کی بہو بیٹیوں کو آوارہ بنانے کے لئے ایجاد کی ہے کچھ زیادہ باوقعت نہیں ہے اس لئے کہ نہ تو اس زمانے میں رنگین کا کلام اس قدر مشہور تھا کہ ادھر سے نکلا اور ادھر لوگوں کے زنانخانوں میں پہنچا اور نہ کتابت وطباعت کی یہ سہولتیں تھیں کہ وہ شائع کر کے گھر گھر بھجوا دیتے اور نہ اس زمانے میں عورتیں اتنی لکھی پڑھی تھیں کہ رنگین کی ریختیوں کا مطالعہ کرتیں اور نہ اس زمانے کے مرد اسے پسند کرتے کہ ان کی بہو بیٹیاں اس قسم کے اشعار کا مطالعہ کریں

رنگین کا یہ کہنا کہ خانگیوں کی ہمنشینی سے انہیں ریختی کہنے کی طرف

مکمل نمونہ ہوگی مگر ان کے خیالات مردوں کے سے ہوں گے بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ
اس قسم کے مرد اپنے آپ میں نسوانی خیالات کی موجودگی اور ان کے جذبات
کی لطافت کو محسوس کرتے ہیں اور نہ عورتیں اپنے تئیں مردانہ خیالات کی
حامل سمجھتی ہیں انہیں عورتوں کے متعلق بیگم صاحب نے کہا ہے۔
ہاتھ میں جن کے قلم ہی بات ہیں جنکی اثر   اسے بوا وہ عورتیں بھی مردوں سے کم ہیں
یہی نسوانی خیالات کی رو تھی جو مردوں میں پیدا ہوکر ریختی گوئی
کی باعث ہوئی نہ تو کوئی فحش خیال اس کا محرک ہوا اور نہ میلوں تماشوں کی
سیر ہی ہاشمی دکھنی (متوفی ۱۰۹۷ھ) کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ وہ تماشبین
تھے میلے اور عرس میں جاکر خانگیوں کی تاشبینی کیا کرتے تھے وہ بیجاپور کے
مشہور مرشد سید شاہ ہاشم کے مرید اور خود بھی ایک صاحب دل بزرگ تھے۔
علی عادل شاہ کے درباری شاعر ہونے کی وجہ ان کا کیرکٹر اور بھی مضبوط اور
بے عیب تھا قدرت نے دیدہ ظاہری بھی بند کردئے تھے اب سوائے
اللہ اللہ کے اور کیا کرسکتے تھے۔ مگر باوجود اس کے ان میں نسوانی خیالات
کی ایک لہر تھی جو انہیں ریختی گوئی کی طرف لے گئی اور انہوں نے ریختی کا
دیوان مکمل کرلیا۔

اوجیسدن گول کنڈی میں گئی ہو یاد ہے یا ناں
ہیں تم مل کو بیٹھے تھے سکھی جسدن دلا ہیں

سجن آویں تو پردے کی نکلکر بھار بیٹھونگی   بہانا کرکے موتیاں کا پروتی ہار بیٹھونگی
انہوں یاں آ دیکھنگے تو انکھونگی کام کرتی ہوں   اچھلتی اور مٹھلتی چپ گھڑی دو چار بیٹھونگی

اور قدرتی ہے مگر اسی کے ساتھ ساتھ ایک درمیانی چیز بھی پیدا ہو گئی ہے یعنی عورت اور مرد کے بیچوں بیچ ایک تیسری صنف نے بھی جنم لیا ہے اور اس طبقے میں دونوں اصناف کے افراد پائے جاتے ہیں۔

وہ مرد جن پر عورتوں کے خیالات کا زیادہ اثر پڑا یا کسی قدرتی کمی سے ان میں نسائیت پیدا ہو گئی تو وہ اپنے آپ کو عورت سمجھنے لگے حالانکہ قدرت نے انہیں مرد پیدا کیا تھا مگر وہ منشاء قدرت کے خلاف نہ تو عورت بن سکے اور نہ مرد ہی رہے بلکہ ایک جداگانہ ہستی قائم ہو گئی۔ اسی طرح بعض عورتیں بھی اپنے اندر مردانہ جذبات اور مردانہ خصوصیات کو محسوس کر کے مرد بننے کی کوشش کرنے لگیں مگر وہ نہ تو مرد ہی بن سکیں اور عورت ہی رہیں بلکہ ایک جداگانہ حیثیت قائم کر کے درمیانی قرار پائیں۔ اسی طرح آپ کو درمیانہ مرد اور درمیانہ عورتیں اکثر ملیں گی۔ مردوں کے اس درمیانہ طبقے کے متعدد نام رکھے گئے اور مختلف ملکوں میں مختلف اسمائے سے مشہور ہیں۔ مگر عورتوں کی اس درمیانی صنف کا کوئی نام ہی نہیں تجویز کیا گیا اور نہ کسی ملک میں کسی خاص نام سے شہرت ہوئی چونکہ بہ نسبت مردوں کے ان کی تعداد کم تھی اس لئے الشاذ کالمعدوم کے تحت انہیں بمنزلہ صفر ہی سمجھا گیا۔

مردوں میں نہ صرف بعض اس درمیانہ روش پر گامزن نظر آتے ہیں بلکہ بعض ایسے بھی ہیں کہ ان میں سوائے نظافت خیال کے اور کوئی بات عورتوں کی سی نہیں ملیگی اور اسی طرح بعض عورتیں بھی نسائیت

واحساسات ہو بہو عورتوں کے سے ہیں اور یہی وجہ ہے جو وہ کامیابی سے ریختی کہہ سکتے ہیں۔

ریختی کے فوائد اور نقصانات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ریختی سے کوئی نقصان نہیں ہوا البتہ ایک فائدہ یہ ضرور ہوا کہ عورتیں کی وہ گھریلو زبان جو گھر کی چار دیواری ہی تک محدود تھی منظر عام پر آ گئی اور زنانی محاورات و اصطلاحات نظم ہونے کی وجہ سے محفوظ ہو گئے۔ رہا یہ اعتراض کہ ریختی سے اخلاق کو نقصان پہنچا۔ اس کو ماننے کے لئے ہم تیار نہیں ہیں اور نہ اس وقت ہم اخلاقیات پر کچھ لکھنا ہی چاہتے ہیں۔

ہندوستان کی عورتوں کی ایک مستقل زبان ہے اور وہ ایک مدت سے چلی آ رہی ہے مگر اب اس کو ستیاناس کرنے والیاں بھی پیدا ہو گئی ہیں، اچھی خاصی چونڈے والیاں نظمیں لکھتی ہیں تو مردوں کے رنگ میں مضامین لکھتی ہیں تو بالکل مردانہ انداز سے مگر وہ کیا کریں گی ان پر مردانہ تخیلات اور جذبات نے اسقدر گہرا اثر کر لیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھلا بیٹھی ہیں، یہ وبا عام ہوتی جا رہی ہے۔

ریختی کہنے والے اب بھی موجود ہیں اور بعض شعراء ریختہ بھی کبھی کبھار ریختی شعر کہتے ہیں مگر یہ ریختی گو نہیں کہلا سکتے۔ ریختی کا ذوق اسقدر گھٹ گیا ہے کہ اب ریختی گو پیدا نہوں گے۔ ہاشمی، خاکی، رنگین، انشا، جانصاحب، نازنین بیگم کے علاوہ اور ریختی گو شعراء کا کچھ کلام آپ کو اس تذکرے میں نظر آئے گا مگر یہ لوگ مستقل ریختی کے شاعر نہیں کہلا سکتے اور نہ انہوں نے

یہ جذبات اسی وقت قلمبند کئے جا سکتے ہیں جب عورت کی نفسیات پر
مرد کو کامل عبور حاصل ہو جائے یا مرد عورت کے خیالات میں ڈوب جائے۔
مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ مرد آخر مرد ہی ہے کبھی وہ مکمل عورت نہیں بن سکتا
ریختی کہتے کہتے تصوف پر اتر آیا جو اس کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

عرفاں کیاں کتاباں پڑھنا سکھی ہوں تب نے
جب تے لگی ہوں پڑھنے تیرا کلام لولو

اسی طرح خاکی نے بھی اسی رنگ میں ڈوب کر ریختی کہی ہے اور معرفت
وسلوک کے مضامین باندھے ہیں سید محمد قادری جیسے متقی سید میراں جیسے
پاکباز کے متعلق کون یہ شبہ کر سکتا ہے کہ یہ لوگ برے کردار کے تھے۔
اسی طرح جان صاحب، انشا، صاحبقران کے متعلق مشہور ہے کہ اگر یہ لوگ
نہایت متقی پرہیزگار نہیں تھے تو بدکردار بھی نہ تھے ان کے اخلاق
کے متعلق کسی کو شبہ نہیں ہے اکثر تذکرہ نویسوں نے تعریف کی ہے خاص کر
انشا کا کیرکٹر تو نہایت اچھا مشہور رہا ہے۔ اسی طرح محمد صدیق قیس دربار
مہاراجہ چندولال کے بیٹھنے والے امیر کبیر کے مصاحب اور دکن کے ذی وجاہت
لوگوں میں سے تھے ان کے اخلاق وعادات بھی نہایت عمدہ اور قابل ستائش
تھے۔ فی زمانہ ہمارے پیش نظر عابد مرزا صاحب بیگم ہیں بیچارے بوڑھے
ہو گئے ہیں مگر ان میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جو ان کی جوانی کے متعلق
خیال قایم کرنے میں مدد دے سکے نہایت ہی وضع دار پابند مذہب
خوش اعتقاد بزرگ ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ادب میں ان کے جذبات

پیدا نہ کر سکا۔

دردِ عصیاں سے جو تھی نازنین کو بیتابی
تھی یہ آنچل وہ دوپٹے کا لیے روتی تھی
دیکھا اس نے کہا کا عالم تو اسے کچھ نہ بنی
سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

اپنی بے تابی سے پریشان کر کے قدسی کو پریشان وار دربار رسالت میں بھیجنا نازنین ہی کا کام تھا۔ اسی طرح جان صاحب اور رنگین وانشا نے کوئی مضمون نہیں چھوڑا۔

ہمشیرہ کا بیاہ میری فکر ہے بوا
مضمون آئینہ کیا سارے جہان کا

گھر کی چھوٹی سے چھوٹی بات سے لیکر باہر کی بڑی سے بڑی بات موزوں اور محفوظ کر دی۔ جان صاحب کا زمانہ گیا۔ رنگ بدل گیا فضا بدل گئی بلکہ اب دنیا ہی نئی ہو گئی۔ بیگم نے بھی اس تبدیلی سے متاثر ہو کر ریختی میں جدت پیدا کی۔ بیگم کی وہ طویل نظم دیکھئے جو اردو کی ابتدا کے متعلق ہے۔ کس قدر سلیس اور عمدہ ہے۔ اسی طرح خیالات میں بھی جدت پیدا ہوتی گئی۔

پھر نہ ہوتی عورتوں پر جو نہ ہوتا یہ ظلم
کونسلوں میں جب کوئی قائم ہیں بیگم نہیں
ہاتھ میں جنکے قلم ہر بات میں جن کی اثر
اے بوا وہ عورتیں بھی مردوں سے کم نہیں
بیویاں ہیں تیری لیکن انکی مجلس ہی تو ہو
چند تصویریں ہیں حیراں اور کوئی البم نہیں
قطرے میں تھا انسان پڑا پیٹ میں جو دم
روتا ہوا جب گود میں آیا تو بشر تھا
الٰہی خیر انکی جان کی ہو ایک مدت سے
نہ وہ آئے نہ خط بھیجا نہ کوئی انکا تار آیا

کوئی خاص بات ہی پیدا کی۔

جہاں تک ممکن ہوا اُردو تذکرہ نویسوں نے ریختی سے پہلوتہی کرنے کی کوشش کی ہے، زمانۂ حال کے سنجیدہ تذکروں میں سے "گل رعنا" "شعر الہند" اور "تاریخ ادب اُردو" کا مطالعہ کیجیئے تو آپ کو ریختی کی تھوڑی سی مذمت ضرور ملے گی مگر ایک شعر بھی نظر نہیں آئیگا، فنی اعتبار سے ہر تذکرہ نویس کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک اچھی اور بری چیز کو پیش کر کے اس پر خیال آرائی کرے مگر افسوس ہے کہ ریختی کے متعلق ایسا نہیں کیا گیا۔ سرے سے اس کو بری چیز سمجھکر ایک قلم ترک کر دیا گیا اور ہمارا جہاں تک خیال ہے ان تینوں تذکرہ نویس حضرات نے جن کے تذکروں کے نام اوپر لکھے گئے ہیں ریختی کو دیکھنے کی زحمت تک نہیں کی صرف سنی سنائی باتوں پر لکھ مارا کہ ریختی ایسی اور ویسی ہے ورنہ انہیں جہاں ریختی میں اشعار نظر آتے ان کے ساتھ ہی ساتھ اچھے شعر بھی ملتے، ریختی میں کوئی ایسی چیز نہیں جو موجود نہو، قصیدہ اور سراپا، سے لیکر واقعہ نگاری کی کٹھن منزلوں میں تک آپ ریختی کے میدان کو وسیع پائیں گے، نازنین کا خمسہ قدسی کی غزل پر ملاحظہ کیجیئے مقطع کے جو مصرع لگائے ہیں وہ ہیرے ہیں کہ جڑ دئے ہیں اس مزے سے شعر کو نبھایا ہے کہ واہ آج تک سینکڑوں نے اس غزل پر خمسے کئے ہیں حدیث قدسی کے نام سے ایک رسالہ ہی طبع ہو چکا ہے۔ جس میں اس غزل پر مختلف لوگوں کے خمسے ہیں جن میں سے ایک خمسہ نازنین کا بھی ہے۔
مگر نازنین نے مقطع میں جو بات پیدا کی وہ کوئی

پڑیں گی افسوس ہے کہ یوں ہی میری پریشان خیالی بہت طویل ہو گئی ہے ورنہ میں ضرور ادبیات میں شرم و حیا کے معیار پر کچھ لکھتا۔
تذکرہ پریس میں جا چکا تھا اور آدھی سے زیادہ طباعت بھی ہو چکی تھی کہ میں بخار میں مبتلا ہو گیا اور اب تک ہوں۔ اسی بخار کی حالت میں اس مقدمہ کو مکمل کیا ہے۔ آپ خیالات کی بے ترتیبی اور پریشاں نگاری سے خود سمجھ جائیں گے کہ "مقدمہ" جو کہلا رہی ہیں یہ سطریں لکھی گئی ہیں۔

احقر

کوٹلہ عالیجاہ حیدرآباد دکن — تمکین کاظمی

۱۱ر جنوری ۱۹۳۰ء

شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد یوسف جعفری کلکتہ یونیورسٹی کے عربی و فارسی کے لکچرار اور بورڈ آف اکزامنرز کے چیف مولوی عظیم آباد پٹنہ کے عالم و فاضل بزرگ تھے[1]، تفنن طبع کے طور پر ریختی بھی کہتے تھے۔ مگر بالکل آج کل کے رنگ میں رنگی ہوئی۔

غرض سرمہ لگانے سے نہ مطلب پان کھانے سے
ہوئی خاصی فرنگن اختری تعلیم پانے سے

اگر ریختی باقی رہی اور زمانۂ حال کے شعراء دلچسپی لیں تو ظاہر ہے کہ اس پر بے زیادہ ماحول کے اثرات پڑیں گے۔

ہم نے ریختی کی وکالت کا بیڑا اسی اٹھایا ہے اور نہ ہمیں ریختی سے خواہ مخواہ کی ہمدردی ہے جو ہم اصناف سخن میں ریختی کو سب سے اچھی چیز ثابت کریں۔ ہم ریختی گوئی کو غزل گوئی کی مماثل قرار دینا چاہتے ہیں نہ مرثیہ کے درجہ تک پہنچانے کے آرزومند ہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ریختی کو دیکھا جائے اسے پڑھا جائے اور اردو ادب سے جو اسے حرف غلط کی طرح مٹایا گیا ہے اس کی تلافی کیجائے اور ادبیات میں اُسے کوئی نہ کوئی درجہ دیا جائے۔ چاہے آپ اُسے ظریفانہ شاعری کے ساتھ جگہ دیں یا کسی اور صنف میں مگر اُس کے لئے جگہ ضرور نکالئے۔

ادب اور اخلاق دو بالکل جدا گانہ چیزیں ہیں شعر کو ادب کی کسوٹی پر کسکر دیکھنا چاہئے اخلاق کی کسوٹی پر پرکھنا فضول ہے' ادب میں حیا و شرم بے حیائی اور فحش کا معیار اگر مقرر کر دیا جائے تو آپ کو مجبوراً بہترین ادبی شہ پارے تلف کر دینے پڑیں گے۔ عمدہ سے عمدہ کتابیں جلا دینی

---

[1] ۔ دیکھو تاریانہ بابتہ دسمبر ۱۹۲۹ء۔

اشرف

ولی کے معاصر تھے، ان کے کلام پر بھی ریختی کا شبہ ہوتا ہے۔

پیا بن میرے تئیں بیراگ بہایا ہی جو ہونا ہو سو ہو جائے
بھبوت اب جوگیوں کا رنگ لایا ہی جو ہونا ہو سو ہو جائے

(طبقات الشعراء ہند صـ ۹۳)
(چمنستان شعراء قلمی) (رسالہ تجلی بابتہ اکٹوبر ۲۷ء صـ ۵۵)
(نکات الشعراء صـ ۱۰۹)
(اردو شہ پارے جلد اول صـ ۱۴۷ و صـ ۱۴۸)

فہرست

صفحہ	تخلص	نمبر	صفحہ	تخلص	نمبر
۴۹	راحت	۱۸	۱	اشرف	۱
۵۰	صاحبقران	۱۹	۲	ارشاد	۲
۵۱	عاشق	۲۰	۱۱	آشوب	۳
۵۲	عشقا بیگم	۲۱	۱۳	آشفتہ	۴
۵۸	عشرت	۲۲	۱۳	بیگم	۵
۵۹	عصمت	۲۳	۲۲	پری	۶
۶۰	فنا	۲۴	۲۳	تمکین	۷
۶۱	قیس	۲۵	۳۳	ثریا	۸
۶۸	قمر	۲۶	۳۴	جان صاحب	۹
۶۹	لائق	۲۷	۳۵	حزیں	۱۰
۷۱	[illegible]	۲۸	۳۶	خاقی	۱۱
۷۲	معشوق	۲۹	۳۷	خانم	۱۲
۷۳	نکتہ چیں	۳۰	۳۸	دوگانا	۱۳
۷۴	نازنین	۳۱	۳۹	رحیم	۱۴
۷۸	نازک	۳۲	۴۰	رنگین	۱۵
۷۹	نسبت	۳۳	۴۷	رونق	۱۶
۸۰	ہاشمی	۳۴	۴۸	رنجور	۱۷

اُسے پسند نہیں اور دریائے لطافت میں یہ کہہ کر اپنی نفرت کا ثبوت دیا کہ۔

"سب سے زیادہ وہ ایک اور سنیئے کہ سعادت یار طہماسپ کا بیٹا"
"انوری ریختہ آپ کو جانتا ہے، رنگین تخلص ہے ایک"
"قصہ کہا ہے۔ اس مثنوی کا نام دلپذیر رکھا ہے۔ رنڈیوں"
"کی بولی اس میں باندھی ہے۔ میر حسن پر زہر کھایا ہے"
"ہر چند اس مرحوم کو بھی شعور نہ تھا، بدر منیر کی مثنوی"
"نہیں لکھی گویا سانڈے کا تیل بیچتے ہیں، بھلا اس کو"
"شعر کیونکر کہیئے۔ سارے لوگ دلی کے لکھنو کی رنڈی سے"
"لیکر مرد تک پڑھتے ہیں۔"

"چلی واں سے دامن اُٹھاتی ہوئی کڑے کو کڑے سے بجاتی ہوئی"

"سو بیچارے رنگین نے بھی اسی طور پر قصہ کہا ہے۔ کوئی"
"پوچھے بھائی تیرا باپ رسالہ دار مسلم۔ لیکن بیچارہ برچی"
"بھالے کا رکھنے والا، تیغے کا چلانے والا تھا تو ایسا قابل"
"کہاں سے آیا اور شہدین جو بہت مزاج میں رنڈی بازی"
"سے آگیا ہے تو ریختے کے تئیں چھوڑ کر ایک "ریختی""
"ایجاد کی ہے اس واسطے کہ بھلے آدمیوں کی بہو بیٹیاں"
"پڑھکر مشتاق ہوں۔ بھلا یہ کلام کیا ہے .... اور ایک"
"کتاب بنائی ہے جس میں رنڈیوں کی بولی لکھی ہے۔"

انشا

میر انشاء اللہ خاں نام انشا تخلص میر ماشاء اللہ خاں کے فرزند چونکہ
ان کے والد خود شاعر اور عالم و فاضل تھے اس لئے انشا کی تعلیم و تربیت میں
بھی اچھی طرح کوشش کی، انشا نے فارسی و عربی میں خاصی استعداد پیدا کرلی
تھی، طبابت میں بھی خاصہ دخل تھا، فارسی اردو، عربی میں آسانی سے شعر کہتے تھے،
مرشدآباد میں پیدا ہوئے وہیں ہوش سنبھالا، اور دلّی جاکر شاہ عالم کے دربار
میں منسلک ہوگئے، چند روز رہ کر لکھنؤ پہونچے اور مرزا سلیمان شکوہ کے دربار
میں رسائی پیدا کی، پھر نواب سعادت علی خاں کے دربار سے تعلق پیدا کیا
اور وہ ٹھاٹھ باندھا کہ نواب کو اپنا کلمہ پڑھادیا۔

۱۲۲۵ھ میں نواب سے تن گئی، خانہ نشیں ہوگئے، انہیں دنوں جوان
بیٹا تعالی اللہ خاں مر گیا، آزاد منش شاعر کو نظر بندی اور خانہ نشینی نہایت
تکلیف دہ تھی مگر پھر بھی تقریباً آٹھ سال اسی حالت میں گزار کر محرم ۱۲۳۳ھ
میں قید ہستی سے آزادی حاصل کی۔

کلیات مطبوعہ موجود ہے جس میں فارسی اردو کا مکمل دیوان ہے اور قصیدے
غزلیں، قطعے، خطوط، رباعیاں، پہیلیاں، چیستانیں، ہجویں، مثنویاں سبھی
موجود ہیں، عربی، فارسی، اردو کے علاوہ انگریزی، پشتو، پنجابی، مراہٹی
وغیرہ وغیرہ کئی ایک زبانوں میں مصرعے اور اشعار مسلسل موزوں کئے
ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے ہر ایک زبان تھوڑی تھوڑی جانتے ہونگے۔

اسی زمانے میں رنگین نے ریختی کہنی شروع کی گو آپ نے ابتداً

مگر یہ نفرت قائم نہ رہ سکی چند ہی روز کے بعد خود حضرت نے میر حسن کے "شانڈے کے تیل" والے اشعار سے بھی زیادہ گئے گزرے شعر کہنے شروع کیئے اور رنگین کی شہدین کی ریختیوں سے بھی زیادہ عریاں ریختیاں لکھیں حتیٰ ایں کہ ریختی میں دیوان مکمل کر لیا، رنگین کی ریختیوں پر ریختیاں کہیں اور اس رنگ میں بھی خاص شان پیدا کر لی۔

(تذکرۂ گلِ رعنا ص ۲۵۳ تا ۲۶۳، طبقات الشعرائے ہند ص ۲۰۱، شعرائے الہند ص ۔۔، سخن شعراء ص ۵۲ تا ۵۴، قطعۂ منتخب ص ۵ و ۶، نغمۂ عندلیب ص ۱، خمخانۂ جاوید جلد اول ص ۷۶۴، قاموس المشاہیر جلد اول ص ۱۱۱)

میں تو ہوں تیرے سادہ پن پہ غش

چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیرا پاکھ ہے

سچ تو یہ ہے ہے یہ سارا حسن کا عالم غلط

اجی بی بی سیدانی صدقے گئی تھی

مجھے ہے تمہاری دعا کی توقع

بیگما چاہ بھی پہاڑ ہے ایک

اس میں اک ٹھنڈی سانس جھاڑ ہے ایک

اری بی ایک ہی عیار ہو تم

ناک چوٹی میں گرفتار ہو تم

چھیڑ کی بات سوا اور نہیں

اپنے لڑنے ہی پہ تیار ہو تم

انشا کی بات چیت میں جو چھیڑ چھاڑ ہے

سو لذت انشا میں کہیں ہے نہ کوک میں

بس کہیں چپکے بھی ہو ایسے کہیں توتے کروڑ

جیب میں میری بھری ہیں پولیاں اور ٹھولیاں

پائنچے ڈھیلے قبائیں سب گئیں اب ٹھیک ٹھیک

اڑ گئے وہ لمبے دامن اور اونچی چولیاں

کچھ نہیں معلوم پوچھو کونسا میلا ہے آج

جاتیاں میں جو کھچا کھچ ڈولیوں پہ ڈولیاں

میں تیرے صدقے گئی اے میری پیاری ست چیخ
مت جگا نیند بھرے لوگوں کو واری ست چیخ

لگتی ہی چوٹ تو لگنے دے سوس اور ذری -
ایکدم کے لئے خاطر سے ہماری مت چیخ

اپنا چونڈا نہ ہلا دُم نہ پھلا اے بلبل -
کہدیا میں نے نہیں تجھکو کہاں ری مت چیخ

کیوں میرا مغز پھراتی ہے اری مینا چپ -
اُڑ گئی دور بھی ہو جیسے گنواری مت چیخ

اے بُری دالی گئی گذری ہوئی باتیں نہ چھیڑ
تو چھتی کیوں ہے بھلا اس دل کے زخموں کے کھرنڈ

آپ کی گائن کی کیا تعریف کیجئے واہ واہ -
کوئی دھوبی گھاٹ پر جس روپ گاتا ہو وکھنڈ

بیگما نے جو کیا جھک کے سلام آتو کو
آغا مینا نے سنائی اُسے یونہی آواز

پو توں پھلتا تجھے اور دودھوں نہانا ہو نصیب
بیاہ ہو سونے کے سہرے سے تیری عمر دراز

نہیں زیور کی کچھ پھین پر غش

اب تو نوبت بجی اٹھو اجی باجی! جی!
اے تُو اس کوٹھری میں میرے ڈرانے کے لئے
ایک عبا اوڑھ کے بن بیٹھے ہیں حاجی باجی!
چبھتی ہے یہ نگوڑی مسلسل کی اوڑھنی
لا دے وہی دو اب مجھے ململ کی اوڑھنی
کیا غضب ہے تیری چتون میں بھری آگ بھری
تو بھی کچھ قہر ہے اللہ ری بہاگ بھری

رُباعی

ناحق ناحق مجھے جلاتی کیوں ہے
گھر میں میرے آگ لینے آتی کیوں ہے
آئی تو نہیں ٹھہرتی یہ رنجش ہے
بے فائدہ یاں تو آتی جاتی کیوں ہے

جھانکا تو نہ کر عبث فضیحت ہو گی
آتو یہ سنے گی تو قیامت ہو گی
جالیں یہ چھوڑ دے نہیں تو ناحق
ایک روز بڑی بھری فضیحت ہو گی

خط

خالہ صاحبہ المکان سلمہٗ ربہٗ
آپ کو معلوم ہو لبعد نیاز و سلام
فضل الٰہی سے یہاں ابتوسب خیر ہے
کٹتی ہے اچھی طرح شکر ہے اُسکا مدام
لیکن اجی کیا کہیں کہنے کے قابل نہیں
اب تو جدائی کے ہاتھ زیست ہوئی ہے حرام

کیا تیرے سر آ چڑھے ہے چاروں کے چاروں الاماں
شاہ دریا، شیخ سدّو، زین خاں ننھے میاں

ہیں تیرے صدقہ نہ رکھ اے میری پیاری روزہ
بندی رکھ لیگی تیرے بدلے ہزاری روزہ

جو ہم کو چاہے اس کا خدا انت بھلا کرے
دودھوں نہلائے اور وہ پوتوں پھلا کرے

روٹھے ہوئے کو کس لئے جا کر سنائیے
ہنت کسی نگوڑے کی اپنی بلا کرے

جو دل کی آرسی کو ہماری جِلا کرے
اس کا کنول خدا کی طرف سے کھلا کرے

چھوا ہے کچھ نہ چھیڑا ہے کسی نے اب تلک انکو
ابھی سے بگیا جی نے بھلا کیوں منہ بگاڑا ہے
خدا ان کو اجاڑے ہاتھ سے اُن باغبانوں کے
جنھوں نے اس موئے بلبل کے کھونڈے کو اجاڑا ہے

میری بدی ہیں جو کوئی ہوئے
اس سے سمجھ لے تو ہی الٰہی

یوں لگی کوسنے چوپڑ میں چوہاری وہ پری
ستّی ہو جائے وسن مر تر اراجہ نل جائے
رات بھر اپنا ترستا ہی رہا جی با جی!

آشوب

یوسف علی خاں نام تھا علیگڈھ کے رہنے والے تھے چالیس سال پہلے نہایت زندہ دلی اور یار باشی سے گزران کرتے تھے۔ ریختی کا شوق تھا۔

رکھتے ہیں جو کہ چھیل چھبیلا ازار بند
ہوتا ہے ایسے لوگوں کا ڈھیلا ازار بند

قوس قزح بھی دیکھ لے دم بھر تو لوٹ جائے
وہ لال لال نیفہ وہ پیلا ازار بند

لوٹے ہے روز صحبتِ دلدار کے مزے
کیا خوش نصیب ہے وہ رنگیلا ازار بند

کیا کیا مزے اُڑائیں جو پڑ جائے اپنے ہاتھ
وہ گورا گورا پیٹ وہ نیلا ازار بند

پیارے ہر ایک چیز سے زادہ پسند ہے
بانکا چھبیلا اور رسیلا ازار بند

کس مردوے کے ہاتھ پڑا ہی یہ خواب میں
کیوں ہو رہا ہے رات سے گیلا ازار بند

آشوب ان کو ڈر ہے کہیں ناف ٹل نہ جائے
اس واسطے وہ ڈالے ہیں ڈھیلا ازار بند

نگوڑا نکھٹو ہے ہمسائی والا
کرا یہ کا ٹٹو ہے ہمسائی والا

نہیں رکھتا پائی بھی اکدن بچا کر
کہ بھٹیارہ چٹو ہے ہمسائی والا

میں کیوں سامنے آؤں ایسے موئے کے
کوئی سالا شٹو ہے ہمسائی والا

نہیں تن پہ کپڑا بھی لیرے لگے ہیں
بڑا ہی نکھٹو ہے ہمسائی والا

(تذکرۂ خندۂ گل صفحہ ۱۴ و ۱۵)

دل میں تو ہوکے سے کچھ لگتے ہیں آٹھوں پہر
کوئی اسے کس طرح رکھے بھلا تھام تھام

روز جو بدے کے بھی گنتے ہی گنتے انہیں
انگلیوں کے پور وے سوجھ گئے ہیں تمام

پردہ دوری کہیں بیچ سے اٹھ جائے جلد
پردہ نشینوں کی ہے اب یہ دعا صبح و شام

کرتے ہیں ہمجولیاں باغ تماشے کی سیر
ان میں مجھے رہتی ہے اپنی وہی دھوم دھام

اس میں جو روتے ہوئے دیکھ کسی نے لیا
تو یہ بہانا کہ ہے رات سے ہم کو زکام

بیتیں ہیں انشا کی اور اپنی صحیحی وہی
اس کے سوا ان دنوں کچھ نہیں ہندی کو کام

مستزاد خماسی

میں بھاند کے کل رات جو دیوار نہ جاتی۔ کنڈی نہ ہلاتی۔ جا کر نہ جگاتی
نیند اس کو نہ آتی۔ جوبن کی وہ ماتی تیوری نہ ہلاتی
اور چٹکیوں میں میرے تئیں صبح اڑاتی۔ ہاتھوں نہ نچاتی۔ گاتی نہ بجاتی
کھانے کو نہ کھاتی کچھ تو نہ بلاتی سو سوہلے گاتی

(دیوان رنگین و انشا)

بیگم

عابد مرزا نام، ریختے میں نعیم اور ریختی میں بیگم تخلص کرتے ہیں۔ آپ کے
اجداد شیرواں سے آئے تھے اور کتاب خوانی کرتے تھے۔ بیگم کے والد
کا نام حسین مرزا تھا اور نواب مخدر محل و نواب خاص محل محلات عالیات
واجد علیشاہ کی سرکار میں کتاب خوانی پر مامور تھے۔ بیگم ۱۸۵۷ء میں لکھنؤ
میں پیدا ہوئے کلکتہ کے مٹیا برج میں واجد علیشاہ کے زیر سایہ پرورش
پائی، بارہ تیرہ سال کی عمر سے ریختے کا شوق ہوا باپ سے چھپ
چھپ کر شعر کہنے اور آغا حجو شرف کو دکھلانے لگے،
ملک الدولہ کے پاس خانم جان کو ریختی پڑھتے سنا تو یہ شوق بھی چرایا،
دیوان جان لیکر مطالعہ کیا اور ریختی بھی کہنی شروع کی اور لگے مرزا علی بہادر
گلشن الدولہ کو کلام دکھانے ۱۳۱۵ھ میں پٹنہ میں نواب لطف علیخاں
کے بیٹے ابراہیم علیخاں نے ایک مشاعرہ کیا یہ بھی بلائے گئے تین دن رات
مشاعرہ گرم رہا۔ بیگم نے دو رباعیاں پڑھ کر مشاعرہ میں دھوم مچا دی۔

جاہل شاعر ہوئے بوریجی کے سیٹ | اوروں کے کلام کو نگوڑے نے دیا
تیرے ہی لئے کہی گئی تھی یہ مثل | لکھوا لیا جیٹ کے بھروسے بیٹ

دیگر

جو شاد تھا اس کے دل کو ناشاد کیا | عقل کو مشاعرے کی برباد کیا
لکھوا کے جو دوسرے سے لایا تھا غزل | آ کے مجھ سے ہوئے بھول یاد کیا

دوسری رباعی سنکر حضرت شاد عظیم آبادی (خدا غریق رحمت کرے)

آشفتہ

عنبر شاہ خاں نام، رامپور وطن، عالم و فاضل شخص اور قائم چاندپوری کے شاگرد تھے، قدرت اللہ شوق سے فارسی میں تلمذ تھا، ۱۲۳۰ھ میں زندہ تھے مراد آباد میں انتقال کیا اور وہیں سید خاں کے گھیرے میں دفن ہوئے۔ ایک دیوان "تدقیق الخیال" اور ایک بیاض "ریاض عنبر" اُردو میں اور ایک دیوان "تشریق الخیال" فارسی میں یادگار چھوڑ گئے۔ کبھی کبھی ریختی بھی کہتے تھے۔

شرارت تھی بھری ہرجائی کی اک ایک بوٹی میں
ہوئی سوکن گرفتار آخر اپنی ناک چوٹی میں

کوئی نوج ایسے مسٹنڈے سے اپنے جی کو الجھائے
مِری انگیا گئی ہوتی ابھی تو جا کے سوئی میں

"گلشن فیض، جوش ہوش، گلزار عنبر، اشراق الخیال، سویدائے عنبر مشامیں، درجوہر عنبر، ایدان الاوزان، نوادر المصادر قواعد فارسی میں اور مراۃ الاصطلاحات مصطلحات میں ریاض عنبر اور تدقیق الخیال فارسی اُردو کے دو دواوین اور ایک بیاض ذکر شعرائے ہند و عجم، چھوڑی، فارسی میں عنبر تخلص کرتے تھے۔" "یہ کبھی کبھی صاحب قران کے رنگ میں ریختی بھی کہہ لیا کرتے تھے۔" خمخانہ میں انکی ریختی کا کوئی نمونہ نہیں ہے۔

(خمخانۂ جاوید جلد اول ص۷۶۔ تذکرہ خندۂ گل ص۱۴۱)

بارہ دری میں ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس میں صاحب عالم مرزا خورشید عالم بہادر بھی شریک تھے دلی اور لکھنؤ کی زبان کی بحث ہوئی بیگم نے لکھنؤ کی طرفداری میں زمین و آسماں سر پر اُٹھا لیا ایک طویل ریختی بھی لکھ دی یہ ریختی نہایت نفیس اور کارآمد ہے ملاحظہ ہو

سناتے ہو مجھے باتیں ہزاروں
کہوں میں بھی جو کچھ اپنی زباں سے

تو اس دم کرکری ہو جائیگی بس
سبھوں کے سامنے میرے بیاں سے

جسے کہتے ہیں اُردو ہے وہ لشکر
سنی باتیں جو لشکر کی زباں سے

اسی کا نام اُردو ہو گیا ہے۔
کوئی سنکر نہیں میرے بیاں سے

ہوئی جب چھاؤنی دہلی میں اے بی!
وہاں لوگ آ گئے سارے جہاں سے

ہوا ہر قوم کے لوگوں کا مجمع
کوئی کابل کوئی مازندراں سے

عرب تھا کوئی اور کوئی عجم تھا
کوئی شیراز کوئی شیرواں سے

جو کہیں آپس میں ان لوگوں سے باتیں
تو اُردو کی زباں نکلی یہاں سے

زباں یا ست نجا بھونا ہوا تھا
کہ گرما گرم آیا ہو دکاں سے

نمک مرچیں ملی ہیں لکھنؤ میں
کہ اب تک ارا ان ہتی ہے زباں سے

وہ اُردو تھی کہ ایک لکڑی کا چھیلا
نہ نکلے جسکے کانٹے باغباں سے

خرادا لکھنؤ والوں نے اُس کو
تمہیں کیوں فخر تم لائیں کہاں سے

مری جاں لکھنؤ والوں کے آگے
بہت مشکل ہے کچھ کہنا زباں سے

نہ کہنا اب کبھی میں ہمعص زباں داں
ذرا اللو کو روکو اس بیاں سے

میں اپنے وقت کی زیب النسا ہوں
جواب اپنا کوئی لائے کہاں سے

اور ان کے ساتھی بگڑ بیٹھے خوب خوب چوٹیں ہوئیں آخر میں مصالحت بھی ہوگئی اور بیگم نے اپنی ریختی گوئی کی دھاک بٹھادی۔ کلکتہ اجاڑ کر عظیم آباد گئے تھے وہاں سے بھوپال کا چکر کاٹ کر حیدرآباد دکن آئے نواب محبوب یار جنگ بہادر مرحوم کے توسط سے دربار حضور نظام میں باریاب ہوئے حضور نے ریختی سنی بہت پسند فرمایا دو ہزار کا بھاری تلوان دو پٹہ مرحمت فرمایا مگر حضرت فصیح الملک داغ نے بیگم کو بڑھنے نہ دیا اور یہ بھی کچھ ایسے بگڑے کہ حیدرآباد کو چھوڑا نہیں اب تک موجود ہیں، دبلے پتلے آدمی ہیں دو شادیاں کیں۔ ہز اکسی لنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد، نواب سرسالار جنگ بہادر وغیرہ خبر لیتے رہتے ہیں۔

بیگم کے مزاج میں اب تک ظرافت باقی ہے قوی بہت گھٹ گئے ہیں، کان جواب دے رہے ہیں، آنکھیں بھی کچھ کچھ ساتھ چھوڑ رہی ہیں۔ ہوش و حواس بھی ذرا کھوئے جاتے ہیں، مگر طبیعت ہے کہ برق بنی ہوئی ہے۔ ہمیشہ شعر سنانے تیار ہر وقت غزل کہنے آمادہ، خاکسار کے کرم فرما ہیں جب ملتے ہیں کچھ نہ کچھ سناتے ہیں اب اپنا کلام ترتیب دے رہے ہیں خدا کرے کہ جلد مرتب ہو کر شائع ہو جائے، واقعہ یہ ہے کہ آجکل یہی ایک ریختی گو رہ گئے ہیں، اور وہ بھی چراغ سحری، غدر کی پیدائش بھلا کب تک جیئں گے، خدا انہیں دیوان شائع کرنے کی فرصت دے۔

بیگم کے حیدرآباد آنے کے کچھ دنوں بعد مہاراجہ چندو لال بہادر کی

جو مجھ کو عرض کرنا تھا کیا بس
دعا بیگم یہ ہے دل سے زبان سے
بجے چاروں طرف آصف کا ڈنکہ
خراج اُس کو ملے سارے جہاں سے

اس قصیدے نے دہلی اور لکھنؤ والوں میں ایک آگ لگا دی ایک کھل بلی مچ گئی حضور بندگان عالی نے ایک فرمان نافذ فرما کر رفع شر فرمایا۔ بیگم کی ریختی جان صاحب سے کسی طرح کم نہیں بلکہ بعض دفعہ تو جان سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں'

مرد[1] وے تلوار کا کس بل نہیں دم خم نہیں — بل ہے تیوری پر تو ہو بندی کو اسکا غم نہیں
زال تو بیشک ہی تو بیٹا اگر رستم نہیں — یار دو دو جوروں کا اور کمر میں خم نہیں
پھر موئی عورتوں پر جو نہو تھوڑا ہی ظلم — کونسلوں میں جب کہ بی خانم نہیں بیگم نہیں
ہاتھ میں جن کے قلم ہے بات میں جنکی اثر — اے بوا وہ عورتیں بھی مردوں سے کم نہیں
ہو یاں بہتری لیکن ان کی مجلس بھی تو ہو — چند تصویریں ہیں حیران اور کوئی البم نہیں
جنگ سے ہی صلح بدتر نوج ہو لیا ملاپ — کونسا دن ہی یہاں بل چل نہیں اودھم نہیں
کہدو مرزا سے کبھی ہم آئیں محفل میں مری — وقت کے اپنے کچھ اسکندر نہیں وہ جم نہیں
دل کسی کو کیوں دیا بی! ہاتھ ملتی ہو اب — چیز اپنی جبتک اپنے پاس ہے کچھ غم نہیں
تیری باتوں کے میرے دل میں ہزاروں گھاؤ ہیں — اور پھر بخیہ نہیں ٹانکے نہیں مرہم نہیں
سوت بازی مجھ سے لیجائے خدا کی شان ہے — دم ہی چھتیسی اگر میں بھی کچھ اس سے کم نہیں

[1] مقدمہ دیوان جان صاحب مطبوعہ نظامی پریس بدایون سے نقل کیگئی ہے (تمکین)

یہ کہنا ہے بہت بے جا دوگانا!
کہ "اچھی ہوں میں ہی سارے جہاں سے"

نہیں کرتا زمانے کا ہے دستور
ثنا اپنی کوئی اپنی زباں سے

ہے فَضَّلنا بَعضَہُم[1] بڑی رو میں آیا
ذرا پوچھو میاں! حافظ میاں سے

کیا خالق نے پیدا ایک پر ایک
سنا میں نے یہ آتوں کی زباں سے

زباں کے خاوند کی ہے جورو عورت
اگر ہو لکھنؤ کے بوستاں سے

زباں کے ملک کا سکہ ہے عورت
انوکھا ہے چلن سارے جہاں سے

زباں کا فیصلہ ہے عورتوں پر
یہ باتیں مردوئے لائیں کہاں سے

زباں دانی ہے حصہ بیگموں کا
لڑائے کیا زباں کوئی زباں سے

نگوڑی سوت جل ککڑی کے ہاتھوں
بتنگ آئی بہت اب میں یہاں سے

یہ بپتا ہی بنی ہے سوت میری
نکلتی ہی نہیں میرے مکاں سے

وطن چھوڑا اسی [illegible] کے چلتے
دکن میں آئی میں ہندوستاں سے

چھڑایا مجھ کو پیاروں سے اسی نے
چھپا کے منہ چلی آئی وہاں سے

موئی کو لاگ مجھ سے ہو گئی ہے
یہاں بھی آن لپٹی میری جاں سے

سند اس نے مجھے دی مفلسی کی
نتیجہ خوب نکلا امتحاں سے

غرض ہونا ہے جو ہو جائے مجھ پر
میں کچھ کہتی نہیں اپنی زباں سے

میری اب پرورش فرمائیں آصف
کنیزی میں ہوں میں دل سے جاں سے

تو میری مفلسی اس طرح بھاگے
کہ جیسے تیر چھٹتا ہے کماں سے

---

[1] فضلنا بعضکم علیٰ بعض کی طرف اشارہ ہے۔ (تمکین)

پہونچے نہ جہاں دہم وہاں تیرا گزر تھا
واری گئی تجھ پر تو ملک تھا کہ بشر تھا

قطرے میں تھا انسان پڑا پیٹ میں جس دم
روتا ہوا جب گود میں آیا تو بشر تھا

صدقے گئی اللہ نے پروان چڑھایا
سچ پوچھو تو یہ میری دعاؤں کا اثر تھا

برسات میں سمدھن بڑی تکلیف اٹھائی
تم کیوں نہیں آئیں اجی خالی میرا گھر تھا

میں جاتی ہوں میکے نہ رہی ہوں نہ رہونگی
اب تک جو دیا ساتھ یہ میرا ہی جگر تھا

کرلی تھی ادھر کام اُدھر دیکھ رہی تھی
اے چھوکری آں وقت تیرا دھیان کدھر تھا

جھک مارکے پھر کیوں مجھے تم بیاہ کے لائے
رہنا ہی تمہیں گھر میں نہ منظور اگر تھا

معراج کی شب سنتی ہوں احمد بن احد میں
تھا میم کا پردہ یہ اِدھر تھے وہ اُدھر تھا

ملنے کے لئے کل مرے گھر آئیں جو بیگم
کچھ نفع تمہارا تھا نہ کچھ میرا ضرر تھا

کھٹکتا ہے جو کانٹا سوت کا مشکل سے نکلیگا
نہ میرے دل سے نکلیگا نہ اُسکے دل سے نکلیگا

ذرا چولیں اُن کا سوا سے لی دیا دیکھتی کیا ہو
لیا ہے چھین بچے نے بڑی مشکل سے نکلیگا

پڑا رہتا ہے گھر میں دن چڑھے تک سوتی رہتا ہے
کسی کا کام کیونکر اس موئے کاہل سے نکلیگا

نہ ڈالیگی اری تھوڑا سا پانی چھوکری جھٹ تک
سالا ہو گیا ہے خشک کیونکر سل سے نکلیگا

لکھا پڑھا ہے پڑھاتی تجھے ہو تم بھی کو آتو جی!
سبق مشکل بہت ہے کیسی فاضل سے نکلیگا

پلاؤنگی اُسے شربت کے بدلے زہر کا پیالہ
بڑی ہی سخت جاں ہے سوت دم مشکل سے نکلیگا

اُٹھا پردہ تو بی لیلیٰ کی عصمت کا یقین آیا
پیا تجھ کو گماں تھا مرد و امحل سے نکلیگا

پڑھیگی ریختی بیگم تو اک تعریف کا نعرہ
کسی کے منہ سے نکلیگا کسی کے دل سے نکلیگا

یا رہیگی سوت گھر میں یا رہینگے راج ہم
اب تو دل میں ٹھان لی ہے وہ نہیں یا ہم نہیں

جانتے ہیں سب میں سلطنت کی ہے کنیز   کونسی محفل میں تیرا ذکر اے بیگم نہیں

سلہ
جن کو معلوم یہ کرتب ہیں یہ جادو میرے   بنکے ہمزاد وہی لوگ ہیں لاگو میرے
نقش اس ڈھب کا ہی لا دو مجھے بدھو میرے   اس کو زانو کو سلتے رہیں زانو میرے
ساتھ سبزہ کے رہی اب تو ہوا لوٹا ترا   مجھ سے میں بٹ نہ کرو ہائے اماں اٹھو میرے
مردوے ڈولی کے ساتھ آئے فقیروں کی طرح   یہ تو مجنوں سے سوا ہو گئے لاگو میرے
دیکھو اب بارہ اماموں کی قسم کھاتی ہوں   لونگی ہیکل نہ کبھی دو وہی جگنو میرے
لے گئی جب سے میری سونے کی جوشن کنگن   اوہی کیا ننگے برے لگتے ہیں بازو میرے
میں تو مفلس ہوں انہیں سچ جیتی ہی مجلوکی   یا رہیں یا کہیں چھوڑے ہوئے الو میرے
اوڑھنی ہو گئی ہیں ہے اٹھاؤں کب تک   اے دوگانا یہ خصم ہیں کہ بلا کو میرے
چھاتیاں نوہکے دو قمقمے بجائیں ابھی   رکھ لو حرم میں دوگانا جو یہ جگنو میرے
سوت تو جل گئی جل جل کے میں اب تی ہوں   کیا تھا جو بھی بنینگے یہ دوہا جو میرے

جو خبر لیتے ہیں یہ حال ہیں اس بیگم کی
یا الٰہی رہیں زندہ وہ کماؤ میرے

سلہ
سونا میرا آباد سدا سوت کا گھر تھا ۔   میں نے جو تمہیں دل دیا یہ اسکا ثمر تھا

لہ بیگم نے یہ غزل اس وقت کہی تھی جبکہ مٹیا برج کلکتہ میں تھیں ۔ دیکھو گلدستہ نتیجہ سخن مشاعرہ مالی گنج کلکتہ سنہ ۳۰ (تمکین)
سلہ مجلہ مکتبہ حیدرآباد دکن بابتہ ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء سے منقول ہے (تمکین)

وہ ہیں پیچ دیس میں اور غیر ہی جا بیہاں میری
یہ ساون کا مہینہ اور یہ انگڑائیاں میری

چمن سے دور ہو لے بس ہوا اک کیا میں کہاں زباں میری
کلیجہ تھام لو بی! پھر سنو تم داستاں میری

وہ مجھکو چاہتی ہیں میں ہوئی پھر جانتی ہو
اُدھر بیباکیاں اُنکی ادھر بیباکیاں میری

گری بجلی الٰہی! ایسی شادی کار پڑے لی
کھٹائی میں سموئی نے ڈال رکھیں بالیاں میری

جو نک سک سے ہوا اچھا اسکو دل سے پیار کرتی ہو
ہیں بے حیا ہو گئی لو پر طبیعت ہے چولی میری

پکڑتا ہے کوئی تو یہی کہ نسیکا ہات چھوڑو بھی!
ہوئی جاتی ہیں ٹھنڈی دیکھو مرزا پوریاں میری

مجھے غم سوت کو شادی ہے تیری شان کی صدقے!
میں روتی ہو وہ خوش ہوتی ہے سنکر داستاں میری

کیا ہے یاد کسنے کون ہے وہ چاہنے والا
ہیں روکے سے نہیں رکتی الٰہی ہچکیاں میری

کجا میں اور کجا یہ شاد کا دربار اے بیگم!
کہاں سے کھینچ لائی دیکھیے قسمت کہاں میری

ق

مہاراجہ بہادر رہتی دنیا تک ہیں قائم
کروں کیا شکر انکا لال ہے گویا زباں میری

معراج

آج کی رات محمدؐ کو ہوئی راج کی رات
جانتے کیا نہیں تم آج ہے معراج کی رات

صبح کو رکھونگی مرزا میں ہزاری روزہ
اجی وہ بات نہوگی کبھی آج کی رات

خاک ہے شاعروں کے پاؤں کی بیگم بہتر
پیسے جاؤ موئی جی بھر کے مجھے سب لے مگر

جا کرونگی میں تیری آنکھوں میں سرمہ بنکر
خاکساران جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

حضور بندگان عالی کے مطلع پر مصرع

صاف کھلتا نہیں کیا شے ہے بھری شیشے میں
اے میں صدقے گئی دیکھو تو ذری شیشے میں

سنکے لاکن نے کہا مجھ سے اری شیشے میں
مئی گلرنگ کی ہے جلوہ گری شیشے میں

بند کی ہے پری ساقی نے ذری شیشے میں

آنکھ نرگس پر جو ڈالی جائے گی
شاخ پھر کوئی نکالی جائے گی

جاں اگر ہے جانے والی جائے گی
بات تو ان کی نہ ٹالی جائے گی

آنکھ اُس جوبن پہ ڈالی جائے گی
اچھی صورت دیکھی بھالی جائے گی

آہ میری یوں نہ خالی جائے گی
سوت سر مونڈی نکالی جائے گی

ہائے کیا انگیا ہے نک سک سی درست
یہ تو چپکے سے اُڑا لی جائے گی

بھاگ جائے گی یہ جب ہو گی جواں
چھوکری مجھ سے نہ پالی جائے گی

تُو زباں سے نہیں مگر چوسو نہ ہونٹ
چھوٹ سب پانو کی لالی جائے گی

اک ذرا سے گندے پانی کے لئے
تو یہ۔ توبہ توڑ ڈالی جائے گی

آئے نن کا خرچ ہے سر پہ میرے
عید آئے گی دوالی جائے گی

یاد فرمائیں گے بیگم کو حضور
ریختی میری نہ خالی جائے گی

محبت کا یہی برتاؤ ہے کیونکر قرار آیا
روانہ ہو گئی جب روح قالب سے تو یار آیا

نہ کوئی دوستدار آیا نہ کوئی جاں نثار آیا
اگر آیا بھی کوئی یار تو مطلب کا یار آیا

میری باندی نے باہر ہی سے باہر اُسکو للکارا
نگوڑی سوت کے گھر سے جو کوئی چوبدار آیا

الٰہی خیر اُن کی جان کی ہو ایک مدت سے
نہ وہ آئے نہ خط بھیجا نہ کوئی اُنکا تار آیا

ابھی آیا ابھی اُٹھکر چلا اے مردوے دم لے
کبھی بھولے سے آیا بھی تو گھوڑے پہ سوار آیا

کہاں تھی رات کو چندو نہ اِس گھر میں نہ اُس گھر میں (دگرہ)
تیرا عاشق تجھے دونوں جگہ جا کر پکار آیا

اجی بیگم میری پاپوش جائے سوت کے گھر میں
سواری میرے دروازے پہ کیسی لیکر کہار آیا

ثریا

جمیعت علی نام، جھجر ضلع رہتک وطن تھا غدر سے پہلے حیات تھے خوش وضع سپاہی منش بزرگ تھے۔ جان صاحب کو سن کر ریختی کہنی شروع کی تھی خوب کہتے تھے۔

کنگھی چوٹی مسی اور سرمہ کی کس کو دھن نہیں
اے بوا اب کنواریوں میں کنواریوں کے گن نہیں

مجھ بختی کو جلاتی ہے سدا وہ جیسے — میری سوتن کے الٰہی یونہی آگے آئے
دن گذارا تھا بہ ہما شب کو بھی رہ جاویں — ہائے نیتی کا نیتی کیوں رات کو بھاگے آئے
شام سے سو رہی منہ پھیر کے مُردوں کی طرح — آئے تو گھر میں کوئی رات کے جاگے آئے

دل میں یہ سوچنا لاڈو تو نہ زنہار کہیں — کنواریاں خود تو بساتی نہیں گھر بار کہیں
اُن کو آنا ہی تو آ جائیں وہ گھر ہے اُنکا — تجھ کو کیا کام ہے جائے مری بیزار کہیں
آج کل کنواریاں بیگم بڑی جھینسی ہیں — منگنی ہوتی ہے کہیں تیں ہیں اقرار کہیں
دن کو ہر کام میں کیوں اینٹھتی ہے پھر ماما — رات بھر جاگی نہیں ہے جو یہ مردار کہیں

ماما کا ہے کو ہے کٹنی ہے یہ اچھی خاصی — تجھ کو کروائیگی اک روز گرفتار کہیں
تیری جوتی سے ثریا جو یہ ہرجائی ہے — ڈھونڈ لے تو بھی کوئی اور طرحدار کہیں

عمر بھر سسرال میں جلنا پڑا ناشاد کو — مارا جی کو مری موت آئے اس داماد کو

سوتنیں جو مرا غم کرتی ہیں — میرے جھنڈے پہ کرم کرتی ہیں

(خندۂ گل ص ۱۴۴، ۱۴۵)

پری

پری تخلص جھمن نام دہلی کے رہنے والے تھے صاحب عالم مرزا رحیم الدین حیا سے تلمذ تھا ریختی میں مشاق تھے۔ چالیس برس قبل ان کی شاعری کی دھوم تھی۔

دنیا بھر مردوے میرے اوپر فدا ہوئے — مجھ آشنا مزاج کے سب آشنا ہوئے
اب کے تو مردوے ہیں دغا باز بے وفا — اگلے تماش بین خدا جانے کیا ہوئے
دن کو ہی آنا تھا تجھے ماہِ صیام میں — در گور مردوے مرے روزے قضا ہوئے

(گلستان سخن ص ۱۶۴ سخن شعرا ص ۷۸)

تمکین

مولوی غلام مقبول خاں صدر امین ضلع بیربھوم خلف مولوی غلام رسول خاں متخلص بہ تحسین صدر الصدور ڈھاکہ باشندۂ ضلع میدنی پور بڑے ظریف اور مولف تذکرہ سخن شعراء کے دوستوں میں تھے۔ بیشتر ریختی کہتے تھے ۱۲۸۹ھ میں انتقال کیا۔

سخن شعراء میں چار شعر ریختہ کے ہیں مگر ذیل کا ریختی شعر خندۂ گل میں انہیں کے نام سے لکھا ہے۔

بوا کتنے ہرجائی یہ مردوے ہیں — کوئی نوج یوں انکے نخرے اٹھائے

(سخن شعراء ص ۹ خمخانۂ جاوید جلد دوم ص ۱۲۸ تذکرہ خندۂ گل ص ۱۳۰، ۱۴۲)

انتخاب کلام جان صاحب

شان میں اللہ کے مطلع ہو نہ دیوان کا — جیسے بسم اللہ پھاٹک ہے ہوا قرآن کا

ذکر ہر مصرع میں آیا ہے خدا کی شان کا — تو گو بیت اللہ مطلع ہے مرے دیوان کا

حسن مطلع اس کا ہے نور نبی کا وصف ہے — قول بیشک سچ ہے یہ میر محمد جان کا

بولا کاغذ یہ قلم سے قطعہ جب لکھنے لگی — رعب ہے حرفوں کے دل ڈر رہا ہے انسان کا

حیدری تھا نام خدا کے شیر کی تعریف میں — شعر جو ہے شعر ہے وہ کلک کے سینہ ان کا

وصف میں بی بی کے جو تھے دو مصرعے کہے — ہو گیا پُر نور وہ مطلع میرے دیوان کا

مدح میں بارہ اماموں کی لکھو بارہ جو شعر — عشق ہے ہو ذکر ان بارہ دری کی شان کا

بیت اہل بیت کی تعریف میں جس دم پڑھی — آئینہ ہی آئینہ دل ہو گیا انسان کا

پانچ باری جب میں روئی پانچ دریا بہہ گئے — میری آنکھوں نے ہوا پنجاب ہے دعویٰ کیا

کیا منہ ہے منہ چڑھائے کوئی اس زبان کا — کس مردوے کو علم ہے میرے بیان کا

مردوں میں اسے بچار کترتی ہوں چھوت ہیں — دیکھا نہ منہ زبان کی قینچی نے سان کا

جمشید کا پیالہ میری فکر ہے ہوا — مضمون آئینہ کیا سارے جہان کا

چوری ہوئی پتا نہیں ملتا ہے مال کا — گھر گھیرے گلا کروں گی اجی کوتوال کا

زیب النسا کی طرح میں کہتی ہوں یہ غزل — مردوں سے ہو جواب نہ میرے سوال کا

سوتے ہیں اب وہ چین سے مخمل کے فرش پر — گٹھا ہوا نصیب ہے جن کو پیال کا

ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور — کونڈا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا

آملا بچھڑ کے آج ماما تھا اس نے سیکا — سوچا نہ جاگتی نیت کا ہی کونڈا کیا

دردوں کے مارے مرتی ہوں لیتے ہیں چین — کیا کھولنا تمہیں نہیں آتا ہے فال کا

جانؔ صاحب

میر یار علی نام جانؔ صاحب تخلص باپ کا نام میر امان تھا' فرخ آباد میں ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں لکھنؤ گئے' نواب عاشور علیخاں بہادر کو کلام دکھانے لگے آخر عمر میں رامپور جا رہے اور تر سٹھ سال کی عمر میں (۱۲۹۷ھ میں) وہیں مدفون ہوئے۔ سنا ہے کہ ریختی بتا بتا کر پڑھتے تھے۔ ریختی کو مکمل کرنے اور اس میں ہر قسم کے مضامین پیدا کرنے کا فخر جانؔ صاحب ہی کو حاصل ہے اگر انہیں ریختی کا "شاعرِ اعظم" کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ کلام اس قدر مقبول ہوا کہ جان صاحب کے حالات کہیں نہ ملینگے مگر کلام ہر جگہ ملجائیگا شائد ہی کوئی اردو داں ایسا ہو جس کے پاس دیوانِ جانؔ نہو۔ میرے پاس چھ نسخے دیوان جان کے موجود ہیں جن میں سے دو تو نظامی پریس بدایون کے چھپے ہوئے ہیں اور بقیہ لکھنؤ' کانپور' حیدر آباد وغیرہ کے۔ سرسری طور پر چند شعر انتخاب کر کے پیش کئے جاتے ہیں۔

گلستان سخن صفحہ ۱۸۴' قطعۂ منتخب صفحہ ۳۶
نغمۂ عندلیب صفحہ ۶۶' سخن شعرا' صفحہ ۹۹ تا ۱۰۱۔
خمخانۂ جاوید جلد دوم صفحہ ۲۰۳' طبقات الشعراء صفحہ ۴۳۲
قاموس المشاہیر جلد اول صفحہ ۱۶۶

سر پھوڑ کر لہو کی بہاؤں گی ندیاں
گر بال بیکا ہوگا اجی میرے لال کا

ایسا نکمّا ہو پلنے سے تیرے بند ہا بوا!
الٹا پڑا ہے جھگڑا اگلے روٹی دال کا

وہ جانصاحب آپکی ہے ریختی کی دھوم
سندر میں جیسے شہرہ ہو ہر جانجال کا

پہنچی کہوں چراغ بڑے کی ہی چونچ میں
محرم کی جب کٹوری میں جگنو نظر پڑا

ہولی تھی تجھ کو عید سمندر میں اس گھڑی
ٹھیرا جہاز جب کوئی ٹاپو نظر پڑا

جو چاہیں اپنا زور یہ لاہور میں کریں
کمے میں اب تک ایک نہ ہندو نظر پڑا

مستی خراب ہوتی ہے کوکا تو ڈھونڈلا
سوسن کو طاق میں نہیں بازو نظر پڑا

پہل دینی بہائی سے بہی نہ تجھ کو ملا بہار
دنیا میں اپنا کوئی نہ لاگو نظر پڑا

وہ دل درگور جنیاں لے تجھی جو نام الفت کا
کسی دشمن کے دشمن کو نہو آزار چاہت کا

خصم دو جورو لگا اے بوا جو سر کا یا سہ ہے
بدی جس سے کریگا سامنے ہوگا ذلت کا

لگا میٹھا برس جب سے یہ صورت نہ لگتی ہے
کہیں بشاط کر پیغام اب بھری کی نیت کا

کٹا ہے صبح سے رو رو کے یہ دن شام تک شن
اٹھی جب سوتے کے منہ دیکھا عجب کمبخت راحت کا

بدل کے آنکھ طوطے کی طرح میں شش لگا کرنے
اڑے دنیا سے جلدی نام ایسے بیمروت کا

اگر دوزخ نہ ہوتا قدر کرتا کون جنت کی
ہے رتبہ سوم کی ختنے ہو حاتم کی سخاوت کا

نہ مانو دھر کم بچی کے حق میں کانٹے بوتے ہو
نہیں یہ وقت ہی ابے گیما صاحب مروت کا

بڑھالی کیوں زلیخا مولوی صاحب نے یوسف کو
کیا خانہ خراب اس کو دکھایا کوچہ الفت کا

کلو ارنی یہ مرتا ہی تف اسکی ریشش پر
قاضی کے گھر میں کیوں نہو چرچا شراب کا

آتا خدا کے گھر میں جو ہوتا ہمارا دخل
پانی کے بدلے مینہ برستا شراب کا

ساتھ رہتا پر یہ نامرے کے وہ سایہ کی طرح
عشق ہوتا تو وہ ڈولی کے برابر چلتا

خورشید کیا کہوں انہیں آنکھوں کے سامنے

دائی یقین دل کو ۔ گر جائیگا جل

کرتی ہو کنگھی چوٹی بڑھاپے میں یکما

بے تے کی مولوی نے فضیلت کی لاگ سے

لے کے دل ہو گیا بیگانہ نہ اپنا نکلا

بھوؤں میں تل ہے مہر تاب کی بہتی میں کہوں

روئی بچپن میں جب سنتی ہوں طوفان آیا

مرگئی سوت مگر غم نہیں بھولا مجھ کو ۔

دلہا نے جب دلہن کو زناخی کیا سوار

گڑیا سنوار دونگی اری بھیک مانگ کے

بی بی باندی بنگئی اور باندی بی بی بنگئی

صاحب تے خالق کی لیا کیا نہیں خالق نے کیا

میں اس کی گھٹے اس کا ہوا سکے سامنے

چھلا جڑاؤ سونے کا دولہا کے سامنے

مینہ کا برسنا اور وہ پینا شراب کا

پڑی ہیں سر میں جوئیں ایسی کہ نیچ ہی جینے سے دل ہارا

عشق جس دل سے کیا کیا کہوں کیا کیا بھولا

دیکھ کے ایسی ہوئی آپ یہ عاشق مرزا

ایسا لہو زمانہ کا اب ہو گیا سفید

گرگٹ کی طرح رنگ زمانہ بدل گیا

ننھا سا لڑکا خواب میں کل پیٹ ملگیا

رہی زناخی جل گئی لیکن نہ بل گیا

دق ہو کے مدرسے سے الفخاں نکل گیا

جس سے کی دوستی دشمن ہی نگوڑا نکلا

چاند کی پیٹ میں خورشید یہ تارا نکلا

ایڑیاں ٹنگے جہاں رگڑی ہیں تیشہ نکلا

جانتا صاحب کبھی دل سے نہ یہ کانٹا نکلا

ہمجولیوں کے رونے سے کہرام ہو گیا

مشاطہ کہہ ادھر تو سر انجام ہو گیا

پیٹ لے سینے سے زناخی اکیلا نصیبا پھر گیا

خاک سے آگ سے پانی سے ہوا سے پیدا

لکھ پڑھ دیا زبانی بھی اقرار کر دیا

میں نے دلہن یہ دو ہنی کو وار کر دیا

تھا کیا ہی عیش باغ میں جلسہ شراب کا

ممانی اماں میں میں ڈالوں ہنگا دو تھوڑا سا مجھکو پارا

غیر کی یاد میں سارا لوا کنبا بھولا

اپنا سب بیاں ہستی کا بھی تماشا بھولا

دشمن ہوئے ہیں جو تھے مہربان آشنا

لگے دھکے یہ دل کے ایسے انگیا ہو گئی پرزے
مجھے کسبی سمجھ کر گھورتا تھا دیکھو میلے میں
یہ دل اس سوس کے جب بھی رہا نہیں جاتا
خدا دکھلائے نہ بیڑو کی آنچ کا صدمہ
حسن جاتا رہا پر چھاتیوں کا روپ بڑھا
کوڑھ ان چھاتیوں سے ٹپکے اُسے جو پہنے
اب بھلی مانسیں کیا پہنیں جو یہ پہنائیں
چپکے رہنے میں تھا حرام وہ کام
جاتا صاحب رہا وہ تنگ سدا
میں گری تو بھی گرا یا وہ لٹ تیرا ٹوٹا
اے گل اندام یہ خوشبو جو چلی آتی ہے
کیا لوں آئینہ کا تا واں پہ پہنچا تم سے
کہاں گئی بوٹ چرا کر تو یہاں تک مارا
کہوں باجی اماں سے بر میرا ڈھونڈو
نہ کرات کو کنگی سر میں تو اپنے
دیا پھولوں کا گہنا سوت کو یہ خار ہے مجھ کو
خدا نے پاپی کو تو ہم میں ان کے کیا پیدا
خوب بھڑکایا تھا اس کو سوت نے
نوح کا طوفان ہیں آنکھیں میری

میری پتھر کی چھاتی تھی ستم میں نے جو یہ جھیلا
تہیںوں باجی لڑکا میری گود میں جو کھیلا
گلا جو کرتی ہوں چاہت کا ہی مزا جاتا
یہ وہ جلاپا ہے ہرگز سہا نہیں جاتا
صدقہ اس عقل کے جسنے یہ بنائی انگیا
میں تو کوسونگی میری جسنے چرائی انگیا
اپنے جوڑ و کو موئے کنجڑے قصائی انگیا
ایک دو بولوں سے حلال ہوا
جس کو حاصل کوئی کمال ہوا
تیرے دل کو تو کل آئی میرا پہونچا ٹوٹا
شاید عطار کے کیوڑے کا قرابا ٹوٹا
چار پیسے کا موا شیشہ تھا ٹوٹا ٹوٹا
سر پہ باندی کے میرے پاؤں کا جوتا ٹوٹا
یہ تجھ سے نہ ہرگز دوا جان ہوگا
زنانی بہت دل پریشاں ہوگا
نہ کیوں دل پھول سا کملائے اب ہی تو پہنا
بڑا ہر ایک سے رتبہ نہ کیوں سمجھیں چھپا لینا
میں ہوئی جب گرم ٹھنڈا ہو گیا
جس جگہ میں روئی دریا ہو گیا

جواں لڑکیاں مرتی ہیں ڈھیلے پائجامے پہ
دل کا آنا گورے چٹّے پر نہیں موقوف ہے
دور ہو یرقان نرگس کا بنفشہ کا بخار
وہ سونا پھٹ پڑے جس سے کہ لوٹیں کان گوہر
تیرے دن نہیں جاتے ہیں کسی کے گھر سے
گربہ کشتن روز اول مردوں کی ہے مثل
دور سے بھی گر نہیں میں پاس دینگی لئے
بھڑوے پے فیضو کے آگے جان صاحب بڑھ
سوکن سے میری نکلی زمانہ کی احتیاج
ہزاروں لکھی پڑھی جائینگی جہنم میں
فارسی کے قافیوں سے ریختی کو کام کیا
بی اماں سچ وہ ہی تھا کہ شفاعت کی شب
ہو لام میں گل بوا جیتے ہزار سرخ
فتنہ انگیز اور آفت شوخ
لڑکی دیدے کا ڈھل گیا پانی
بہالی بیٹی کے گھر کے پانی کو
ادھر آئی بوا ادھر بھاگی
قبر میں روح کو صدمہ میری ہوگا مرزا
دل یتیموں کا بہت ہوتا ہے نازک منو

ہے شوق بوڑھیوں کو میانی کی کساوٹ کا
اس کی میں عاشق ہوئی عاشق وہ میرا ہو گیا
ایک کو ہو عمل دو ایک کو جلاب
پہن کر بالیاں کندن کی کیا کالی صورت
اور رہ جاؤ بوا آج کا دن آ چکی رات
فرق تم جو رہ پیار کرتے ہو بیٹا عبث
اشرفی تھا تم بھو کا تو نے منہ دیکھا عبث
قدر کچھ کرتے نہیں ہیں ریختی کہنا عبث
ہوتی ہے اسکو روز نہانے کی احتیاج
بھلا مجھ ایسی پری کی ہی کس شمار میں روح
جان صاحب وہی کیا کہتے بھلا یاں کی طرح
ہو گئے دانے ہیں اس تسبیح کے سو بار سرخ
دیگا نہ زیب مرد موئے کو زیتھا سرخ
بچی خیرن کی ہے قیامت شوخ
حرکتیں کرتی ہے نہایت شوخ
جانتی ہوں شراب کے مانند
ہے جوانی بھی خواب کے مانند
سوت بچوں پہ اگر ہو گی خفا میرے بعد
جان صاحب کو گھر لانا نہ ذرا میرے بعد

ہو خیر دلہن دلہا کی ماتھا میرا ٹھنکا | اچھا نہیں بی ٹوٹنا سہرے کی لڑی کا
گوہر جو بنا تھا آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا | عالم مرے رونے میں ہے ساون کی جھڑی کا
کوٹھے پہ رہو آکے یہ دالان کرو ترک | بی بولتا منحوس ہے اس چھت کی کڑی کا
میں اوچھی گلہ کیا کروں ہر بار تمہارا | بے درد ہو بس دیکھ لیا پیار تمہارا
دکھ نئے میں نے سہے بہانی کو سکھیاں آئے | مرے نہ ڈھکنے سے بہیا کو بھی رومال ہوا
نامرد ہے نہ جورو سے اب تک خبر ہوا | قربان اس حیا کے بوا سال بھر ہوا
اے جان تو جہاں رہا ایسا ہے سوکھا | مشہور وہ محلہ بھی رستم نگر ہوا
بچی جو مری میری دادا بہت رویا | مرنے پہ کہیں الفت ناشاد بہت رویا
دل میں مرے بچے کے اے جان یہ کیا آئی | روتے جو تجھے دیکھا امداد بہت رویا
اجی کس پیار سے خانہ میں مادہ کو بلاتا ہے | تماشا دیکھو بھورے خاں کبوتر کی تو غوں غوں کا
نہ کیوں دو ٹک ہٹے کلیجہ ہو کہ کنگھی روز کرتی ہو | میری تو مانگ میں تل ہے تمہیں دھوکا ہوا جوکا
جو دل میں ہو وہ جورو سے تدبیر نہ کہنا | پائے گا خطا او موئے بے پیر نہ کہنا
ہمزہ سے بھی ذہین ہے بیٹا کریم کا | سیپارہ پڑھ چکا ہے الف لام میم کا
ایک ایک نقطے پر اجی لڑتے ہیں مردوے | محفل مشاعرے کی اکھاڑہ ہے بھیم کا
بی بی بنے نہ جائیگی باندی پنے کی بو | کیا ہو سنڈھے تو باولے سے پیڑ نیم کا
دل لیکے رنج دیگا سراسر کسی کو جو | بی اپنے دیدے گھٹنے کے آگے وہ پائیگا
یہ بدگمان ہے دل اس نگوڑے نٹ کھٹ کا | لگایا میں نے جو سرمہ موئے کا دل کھٹکا
بڑھا جو باجی نہ بھرا نسیاں آئینہ کا | کہ جسکی ماں نے سدا غلہ بیرے گھیر کا
[illegible] | [illegible]

جہرسی سرخ چاندنی خانم ہوئی سفید کچھ سایہ ہو گیا اُسے چولہے میں جائے باغ

سنبل نسا یہ قسم ہی چوٹی کا گوندھنا چوٹی کی موڑتی ہے میری نوبہار زلف

لاکھوں ہی مردوئے تجھے دیتے ہیں نقد دل اللہ ری کیا بُرا ہی تیرا اغیار زلف

سنبل نسا نہا کے نچوڑے جو تو نے بال پانی کی بوندیں موتی ہیں اور ابر دار زلف

شکل نہیں ہے شام برن یہ زمین پہ کچھ جوڑی کی طرح باندھوں جو کہ لاکھ بار زلف

گوٹے کناری سے نہ تجھے ہی کرن سی شوق کپڑا سفید بھاتا ہی اور سادہ پن سی شوق

چگنو نہ بازوبند علی بند سے نہ کام زیور میں تجھ کو باجی ہی اک نورتن سی شوق

جو نہ ماں باپ کا اپنے ہو ممانی سچ ہی اوہی کیا ہوئیگا جورو کا نگوڑا عاشق

مجنوں لیلی پہ ہوا شیریں پہ فرہاد ہوا جانِ حسنا ہوا کیا مجھ پہ انوکھا عاشق

حسن دریا ہی اُئے بوا خضر و دل کی کشتی کا ناخدا ہے عشق

بتو لذت اُٹھاؤ گی آ گے اب تو نام خدا ہوا ہے عشق

لاکھ بھوتوں کا ایک بھوت ہے یہ کہے جن سے بھی بس سوا ہے عشق

یہ حسن کے ہیں گاہک مردوں کو خوب دیکھا یوسف بنا رہے گا بی بی غلام کب تک

ڈولی کے پاس آ گئے لگا کہنی اک بوا احسان ہو چلو جو ہماری سکا نتک

برسات کاٹی رو رو کے اس گھر میں آ کے بوا پانی تھا گھٹنے گھٹنے کہیں ران ران تک

شہر والوں کے آگے خاک ہے جھے باجی اماں کسی گنوار کا رنگ

چمپا چرا کے لیگئی چنیا کلی میری چھپتا نہیں ہی جور کا بھی زینہار رنگ

کالا ہو یا کہ گورا پسند آئے دل کو جو اس پر ہنتا رہے ہے سترہ ہزار رنگ

حزیں

تیس چالیس برس اُدھر ریختی کہا کرتے تھے، اور حالات نہ مل سکے۔

پہنا گلے میں تم نے جو پھولونکا ہار ہے
سمدھن تمہارے حسن پہ کیا ہی بہار ہے

ہوتی ہے بُری بگڑ کر کرو سیدھی طرح سے بات
گھوڑی پہ آج باد کے سمدھن سوار ہے

سمدھی بتاؤ تم کو یہ کیسی ہے بے کلی
آرام تم کو اور نہ اک دم قرار ہے

سوکھا ہی اُس نے یار اُتارا رقیب کو
سمدھن ہماری خوب سلیقہ شعار ہے

سمدھن حزیں سے تم نہ لگاوٹ کرو ذرا
لائق تمہارے منہ کے کریرا کھار ہے

(خندۂ گل صفحہ ۱۹۹ و ۲۰۰)

منہ زرد آنکھیں لال چھپے کپڑے جی اداس
عاشق کے بوجھنے کے ہوا ہیں یہ چار رنگ

ہوا شراف کے جوہر میں تکلیف سے کب
زنگ میں لاکھ ہو چھپتی نہیں تلوار اصیل

گیلے سوکھے دونو جلتے ہیں ہوا سے نار میں
بلی اجالی نت رہا اندھیر ہر بار میں

برسوں بچی کو نہیں پیار کبھو کرتے ہیں
پیار بھی کرتے ہیں تو کان میں ٹھوکر دیتے ہیں

لال ہیلے مجھے غصہ سے دکھا کر دیے
کہا تھا پینا میرا کیوں آپ لہو کرتے ہیں

ملا تھا ایک ہی لیلیٰ کہاں سے دو مجنوں
ہزاروں ایسے تو وحشی ہمارے پیچھے ہیں

چوٹی کا بوجھ وہی اٹھائے جو یہ کمر
ہوتا نہیں ہے اتنا بھی جو وہاں پان ہیں

جیسا تمہارا نام ہوا ہے نہ ہووے گا
اے جان کوئی لاکھ کہے اس زمان میں

خدا نے ہاتھ دیے ہیں بدن کھجانے کو
خرابی پیسے کی ہے پشت کھا لیتے ہیں

عجب طرح کے سخی دیکھے اس زمانے میں
نگوڑے سوم کی پگڑی اتار لیتے ہیں

دال آٹے کا ستو بھاؤ ابھی دم کھلتا
چاہنے والے ابھی جب کہ بچھڑ جاتے ہیں

کیسا ڈری ہوں رات کو آئیں جو خواب میں
کچھ گوری گوری عورتیں پہنے کالی کالیاں

جی سے بھاتے ہیں یہ جی تمہارے ہاتھ پاؤں
گورے گورے ننھے ننھے پیارے پیارے ہاتھ پاؤں

اے دوگانا جان دیکھیں کس کی مہندی خوشنما
سرخ ہوتے ہیں ہمارے یا تمہارے ہاتھ پاؤں

تری ماما نے نکالی ہے نئی تجھ سے چھیڑ
بھیجتی ہوں کہیں جاتی ہے یہ مردار کہیں

بھٹیاریوں کی طرح خواصیں لڑیں ہیں آج
مرزا یہ سیر دیکھی کبھی عمر بھر نہیں۔

اے جان لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب
اوقات مجھ کم بختی کی ہوتی بسر نہیں

تل نہیں مانگ میں زناخی کے
یہ کنہیا ہے کھڑا ہے گوکل میں

میم صاحب گلے پڑی اے جان
سر دھمکا کیوں یہ جھگڑا ہم [illegible]

(کلیات جان صاحب مطبوعہ مطبع نولکشور سنہ ۱۸۷۲ء)

خانم

عبداللہ خاں نام تھا۔ ریختے میں مختار اور ریختی میں خانم جان تخلص کرتے تھے
رام پور کے متوطن اور لوگوں کے شعر اپنے نام سے پڑھنے کے عادی تھے۔
ترتیب تذکرہ سخن الشعرا کے وقت زندہ تھے اور مؤلف کے ملاقاتی تھے۔
بیگم صاحب فرماتے ہیں کہ خانم بڑے تاریخ داں تھے اور تاریخ کا مطالعہ نہایت
اچھا تھا۔ فقیر منش آدمی تھے جو کچھ ملتا راہ خدا میں دے ڈالتے تھے مدرسہ
عالیہ کلکتہ کے بچوں کو بہت روپیہ دیا کرتے تھے۔ افیون اور شراب کے
عادی تھے اور اپنے تئیں غالب کا شاگرد بتاتے تھے۔

کیا بُرے ہیں یہ جلے دل کے جلانے والے | اور یہ آگ میں آگ آئے لگانے والے
ہاتھ باندھا کرو مہندی نہ لگاؤ نگی کبھی | پاؤں پڑ پڑ کے یہ ہیں رنگ جمانے والے
جاؤگے ٹنڈیاں کسوا کے ذرا چھو دیکھو | لو بڑے آئے مجھے ہاتھ لگانے والے
سر پر اُڑھا نکوگے اس منہ سے زبردستی تم! | جوتیاں کھاتے ہیں ٹانگوں کی اٹھانے والے

کہئے سنئے یہ کسی کے نہ تم آنا خانم
آگ پانی میں لگاتے ہیں لگانے والے

کہیں تم چوچلوں میں بھید کچھ ان سے نہ کہہ دینا | مری اچھی ابوا یہ مرد و مطلب کے ہوتے ہیں

(سخن شعرا صفحہ ۱۴۲ و ۱۲۱۔ مقدمہ دیوان جان صاحب صفحہ ۲۳)

خاکی

سید محمد قادری نام، بڑے صاحب عرف، ابن سید جمال اللہ قادری، ولی کے معاصر اور دکنی بزرگ تھے، آپ کا دیوان نواب صدر یار جنگ بہادر (جناب شیروانی) کے کتب خانہ میں محفوظ ہے جو ۱۱۸۲ھ کا لکھا ہوا ہے اس دیوان میں ایک غزل ریختی بھی موجود ہے۔

اردو یا دکھنی میں سب سے پہلے عورت کی زبان نظم کرنے کا فخر خاکی ہی کو حاصل ہے اور موجودہ تحقیق کے لحاظ سے انہیں کو ریختی کا باوا آدم کہا جا سکتا ہے

پیا بن اے سہیلی انجھوں سے ملکہ ہوتی ہوں
کبھی میں متنفع گھر اندھار دیکھ روتی ہوں

کرو بیو پیو سیں ظاہر ہو سب مل سات سکھیاں
جنم سب بحر میں غم کے تیرن تیت لوکھوتی ہوں

ہو جاری عین ممکن ہولی جب دیکھیا لاسو
ہٹی سون رہ کی تب میں نکل ہو ستا سوتی ہوں

رہوں میں کب تلک جھرتی جلا کر دل انگیٹی کرتی
کر اب غم کے پہاڑ و نیر ہلا ہی سر پڑ وتی ہوں

رہوں کیوں ابتدا میں ہے سے جب انتہا مجھکو
فنافی الشیخ ہو کر من بقا باللہ ہوتی ہوں

سجن کا درد کرنے کو تجسس سے یو رشتے میں
سدا میں سنکے منکیو نکوں الس پلک ہو نیر وتی ہوں

وحدت سا عاشقی کروں میں فقر کے پھول پھل ہوتے
نت او بھلکر دل میں میں اپنے او تخم عشق بوتی ہوں

کروں ممکن کہ ساقی کبھی سیر لدنی کا
چلوں جب بات لے ہیو کی لیوں جب اتن کو فنا ہوتی ہوں

مرد سوں شاہزادہ کی ترقی پا کے اے خاکی
کبھی وحدت کی دریا میں امے پن ڈبوتی ہوں

(رسالہ مہر دکن ۱۳۴۶ف ۱۹۳۶ء حیدرآباد دکن۔ نگار ۱۲ عدد ۱۱ء ۱۹۵۲ء)

رحیم

ولی اور رحمن کے معاصر تھے، "خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم" میں انہیں ریختی کا موجد لکھا ہے۔

اری ناداں میں اپنے سجن کو کیوں رٹھایا ہے
رٹھا کر پیو کو جگ میں کسی نے ذوق پایا ہے

بہت پچتائیگی میری نصیحت مان کہتی ہوں
سکی کو رات سوہی ہے پیاری کو جو بھایا ہے

تیرے سوں ہوئیگا تجھ مہرباں اور پیر روہنگا
روٹھائے کو منائے بن تجھے کیسے سلایا ہے

کیا کچھ یا سمجھ اچھوں سیانت ہے سجن سوں مل
رحیم اپنا کرم کرلے سویں نے تجھ بتایا ہے

(طبقات الشعرائے ہند ص ۹۵)
(شعر الہند حصہ دوم ص ۸۳)

دوگانا

اسد اللہ نام علی جان عرف ابن منشی علی حیدر مرحوم ریختے میں تہور اور ریختی میں دوگانا تخلص کرتے تھے۔ جبچیڑہ ضلع ہگلی میں رہتے تھے آبائی وطن دہلی تھا۔ مگر یہ جیچیڑہ میں پیدا ہوئے کلکتہ میں تعلیم پائی عبدالغفور نسّاخ سے تلمذ تھا، صاحب دیوان تھے۔ ترتیب تذکرۂ سخن شعرا کے وقت زندہ تھے۔

رات کو ایک نگوڑے نٹ کھٹ نے صحن میں پا کے بے حجاب مجھے
چھاتیاں لیں گلے سے لپٹا کر پھر لیا زانوؤں میں داب مجھے
منتیں کیں ہزاروں قسمیں دیں کر کے چھوڑا مگر خراب مجھے

سو بہانے تھے گر آتے تو ہزاروں رستے تھے لاکھ صورت سے اجی بات بنائی ہوتی

(از فظ منتخب ص۳۳ و ۱۰۳)
(سخن الشعراء ۱۵۹ تا ص ۱۶۰)

"نامہ سیاہ اکثر گاہ بیگاہ عرس شیطانی کہ عبارت، جس سے تماش بینی خانگیوں کی ہے کرتا تھا اور اس قوم میں ہر ایک فصیح کی تقریر پر دھیان دھرتا تھا، ہر گاہ چند مدت جو اس وضع پر اوقات بسر ہوئی تو اس عاصی کو ان کی اصطلاح اور محاوروں سے بہت خبر ہوئی، پس واسطے خوشی انہیں اشخاص عام، بلکہ خاص کی بولیوں کو ان کی زبان میں اس بے زبان ہیچمدان نے موزوں کر کے دیوان ترتیب دیا بقول شخصے سے "گندہ بروزہ با خشکہ خوردن ہرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ"۔

(دیباچہ دیوان ریختی رنگین انشا، ص ۱)

اس میدان میں وہ وہ جوہر دکھائے کہ ایک خاص طرز کے موجد کہلانے لگے چنانچہ تمام تذکرہ نویس متفق ہیں کہ ریختی ایجاد رنگین ہے۔ اور خود انہیں بھی یہی دعویٰ ہے، دراصل یہ صحیح نہیں ہے اس زمانہ میں ریختی عام ہو چکی تھی نہ صرف رنگین ہی "گندہ بروزہ با خشکہ" کی ایجاد میں مصروف تھے بلکہ اور لوگ بھی کام کر رہے تھے چنانچہ، محمد صدیق قیس، نواب امیر الدولہ بہادر، لائق وغیرہ کی اسی عہد کی ریختیاں موجود ہیں، ریختی کے دیوان کے علاوہ رنگین کی حسب ذیل تصنیفات موجود ہیں:

۱۔ دیوان ریختہ سنہ ۱۲۴۹ھ، ۲۔ دیوان بیختہ سنہ ۱۲۴۹ھ، ۳۔ دیوان آمیختہ سنہ ۱۲۴۹ھ، ۴۔ دیوان انگیختہ سنہ ۱۲۴۹ھ، ۵۔ مجموعہ رنگین سنہ ۱۲۴۹ھ، ۶۔ مجالس رنگین سنہ ۱۲۴۹ھ، ۷۔ امتحان رنگین سنہ ۱۲۴۶ھ، ۸۔ اخبار رنگین

رنگین

"سعادت یار خاں نام رنگین تخلص تھا ان کے والد مرزا طہماسپ بیگ خاں توران سے آکر چند روز لاہور میں نواب حسن الملک میر منو خاں کی سرکار میں ملازم رہے اوس کے بعد دلی میں نواب ضابطہ خاں اور نواب نجف خاں وغیرہ امرائے دربار کے ساتھ نوبت بہ نوبت آسودگی سے زندگی بسر کی"

"رنگین کی ولادت سرھند میں ہوئی مگر نشو و نما دلی میں پائی" سپاہی کے بیٹے تھے شہسواری اور تیر اندازی میں خوب کمال پیدا کیا گھوڑوں کے پہچاننے اور ان کے معالجہ میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ ان کی عمر کا بیشتر حصہ شاہزادوں کی مصاحبت میں بسر ہوا کبھی کبھی تجارت کا شغل بھی کر لیتے تھے اسی تقریب میں لکھنو کئی بار آئے اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کی سرکار میں عزت و احترام سے عرصہ تک رہے آخر عمر میں تجارت اور ملازمت سے سبک دوش ہوکر دلی میں گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی اور وہیں ۱۲۵۱ھ ۱۸۳۵ء میں اسی برس کی عمر پاکر وفات پائی"

(گل رعنا صفحہ ۲۶۴ و صفحہ ۲۶۵)

رنگین اسم با مسمی رنگین طبع اور عاشق مزاج واقع ہوئے تھے۔ اس لئے ریختی کی طرف توجہ کی چنانچہ اپنی ریختی کے دیوان کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"بعد حمد رب العالمین اور نعت سید المرسلین خاکپائے شعرا نکتہ چیں سعادت یار خاں رنگین عرض کرتا ہے کہ بیچ ایام جوانی کے

انتخاب کلام رنگین

واری تیرے جاؤں میں خالق ہے تو خلقت کا
کب مجھ سے بیاں ذرہ ہوئے تیری قدرت کا

کچھ مجھکو گناہوں کا خطرہ نہیں محشر میں
چھوڑونگی نہیں دامن خالق تون قیامت کا

تو وہ ہے جوان جسنے پھر کر دے زلیخا کو
یوسف کو کیا مفتوں اس چاندسی صورت کا

پہلو سے لگی وال تک تھارا ابدیا کو
یہ شوق دیا تو نے کعبے کی زیارت کا

جو نوح کی بیٹی تھی تہا و اعلہ نام اسکا
طوفاں میں کیا تو نے مورد اسے لعنت کا

اور حضرت عیسیٰ کو بن باپ کیا پیدا
مریم کا یہ والی شاہد ہے تو عصمت کا

قربان تیرے مجھسے اور میری دوگانا تیسے
بھی عمر رشتہ باہم یہ محبت کا

اب آئیکے پھر تجھ سے مانگوں ہو دعا یہ ہے
بندیکو تیرے ہوگا رنگین کی نہ چاہت کا

مجھ پہ طوفان نہ لے جاہ کا چل دور دوا
جھوٹ سے منہ کا تیرے جائیگا اُڑ نور دوا

ایک تو شکل ڈرانی ہے تیری بیجا سی
تسپہ یول پہار کے دیدے مجھے مت گھور دوا

پک گیا ہے تیرے ہاتھوں سے کلیجہ میرا
تجھکو دو دل چیلوں گرہو مر اسقدر دوا

اس لگانے سے تیرے او رجھانے سے تیرے
تیرے تالو میں اچھی کرے ناسور دوا

آٹھ آٹھ آنسو رولاتی ہے جسے اسکی چاہ
روز و شب بہتی ہیں اشک آنکھوں سے جاری کیا نا

چلو چلکر قطب صاحب میں جھولے ڈالکر جھولیں
دوگانا مینہ برستا ہے دھینہ ہے ساون کا

کروں قربان میں پیشواز کو جانی کی کرتی پر
دوگانا مجھ سے اٹھ سکتا نہیں بوجھ ہے دامن کا

کل جو جھلائی نے سی دے کے مروڑی انگیا
ہو گئی تنگ پہاڑوں سی نگوڑی انگیا

کچھ نہ دم مارا میری خاطر سے اسنے زنہار
میں نے جس جس طرح سے چاہا تہ و بالا کیا

۱۲۴۹ھ ۔ ۹۔ شش جہت رنگین (جس میں حسب ذیل چھ رسالے ہیں ۱۔ ایجاد رنگین،
۲۔ عجائب و غرائب رنگین، ۳ داستان رنگین، ۴۔ چہار چمن رنگین،
۵۔ بیخۂ رنگین، ۶۔ گلدستۂ رنگین) ۱۲۲۹ھ، ۱۰ نظم رنگین ۱۲۴۹ھ،
۱۱۔ خمسۂ رنگین ۱۲۴۹ھ، ۱۲۔ جنگ نامۂ رنگین ۱۲۴۸ھ، ۱۳۔ حکایت رنگین
۱۲۴۸ھ، ۱۴۔ نصاب رنگین ۱۲۴۸ھ، ۱۵۔ حکایات رنگین ۱۲۴۸ھ، ۱۶۔
سبع سیارۂ رنگین (حسب ذیل سات کتابوں کا مجموعہ ۱۔ تصنیف رنگین،
۲۔ گلدستۂ رنگین، ۳۔ سبحۂ رنگین، ۴۔ رنگین نامہ، ۵۔ ساقی نامہ، ۶۔
تجربۂ رنگین، ۷۔ کلام رنگین) ۱۲۲۹ھ، ۱۷۔ فرس نامۂ رنگین ۱۲۴۵ھ،
۱۸۔ مجموعۂ رنگین کی چار تصنیفات کا، اس میں ۱۔ قوت الایمان، ۲۔
شیخ عبدالقادر جیلانی کے قصیدہ کا منظوم ترجمہ، ۳۔ قصیدۂ بانت سعاد
کا منظوم ترجمہ، ۴۔ سودا کا قصیدۂ رنگین کی اصلاح اور ترمیم کے ساتھ
۱۲۴۳ھ، ۱۹۔ انتخاب مثنویات رنگین (اس میں دس مثنویاں ہیں) اس طرح
رنگین کے تصانیف کے (۳۴) جلدیں انڈیا آفس لائبریری لندن میں
موجود ہیں۔

(فہرست ہندوستانی مخطوطات انڈیا آفس مرتبہ بلوم ہارٹ
(سخن شعرا صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۶، نظم منتخب صفحہ ۳۳ و ۳۴، خمخانۂ جاوید جلد دوم صفحہ ۲۹، طبقات شعرا
صفحہ ۲۳۳، گلشن بے خار صفحہ ۸۸، گلستان سخن صفحہ ۴۴ تا ۴۶، نغمۂ عندلیب صفحہ ۹۹، گل رعنا
صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۵، شعرالہند۔ قاموس المشاہیر صفحہ ۲۶۶)

دوا کھائی نہیں ہے گرم وائی کی تو پھر بتلا
نھنتے سے کلیجہ کو کیا اس کے ہوا لوگو
میرے منھ کے بس اڑا اور نہ کیڑے
رات کو لیتی ہو رسّی کا نام ۔
ہار دو آپ کو یا جیتو مجھے ۔
تیرے صدقے گئی رنگین غزل اک اور کہو تو
ٹیس پیڑو میں اٹھی اوہی میری جان گئی
جس طرح بنے رنگین کو لا جا کے یہاں تک
ستیاناس ہوا اے جاہ تیرا
میری اور میری زناخی کی ہے گڑیوں کا بیاہ
ہنڈیاں ہے پکتے جو بتیسی کی بنوائی ہیں
آشنا پڑا ہے سہ ایک آدمی کی ناک پہ
آشنا تیرا نہیں کوئی مغل تو اے دوا
ریختی کہتی ہے اجی رنگین کا یہ ایجاد ہے
نکلا عید کا چاند جو گھر سے نشہ کر ڈالا نکلا آج
مجھ کو روتا دیکھ کر بولی دوا آزاری نکھرے
جب دوگانا باغ میں جاتی ہے میری نازنی
مردوں سے جو کہا میں نے کہ مت جھانکو موئی

دوا کیوں پھوٹتی ہے یہ تری نکسیر آئے دن
کچھ ان دنوں رہتی ہے دلگیر میری چھو چھو
سناؤ نہ اپنی یہ بولی کہاروں
تم کچھ انا جی بلّی سی ہو
کھیلتے مجھ سے جو بچیسی ہو
جگت استاد ہے تو میں تجھے پہچان گئی
مت ستا مجھ کو دوگانا تیرے قربان گئی
اس میں مجھے کھانا یہ دم خوک ہے ڈالی
اب تو کیا کیا مجھے دکھلاتی ہے
آج سا بچ ہے میرے گھر سے بہری جاتی ہے
کھا گئی لو وہ چیرا کہ یہ فلانی باندی
جتنی بڑی دوا میری انگلی کی پور ہے
منہ سے نکلے ہے تری ہے مرم بیا کس واسطے
منہ چڑھاتا ہے موا انشا جیا کس واسطے
کیوں شیخ جی تمہیں ابھی گھلی اور ڈالا نکلا آج
تیری صدقے ہو کے میں جاؤں جی بہار نکھری
سرو کو کہتی ہو میں ہٹ جا بلند آواز سے
تو وہیں زہر کی پڑیا کو دوا پھانک موئی

تو ہنسی ہے اوپری کہتی ہے دل جلتی ہوں میں
بھاڑ میں جا دے جیا ہر دم یہ دہلانا تیرا

خوب یا میں نے نکال اپنے لیا دل کا بخار
ہو گئی آج میری اُنکی صفائی ات گت

رشتۂ الفت کو توڑوں کس طرح
عشق ہے میں منہ کو موڑوں کس طرح

لے میں کہتی ہوں کہ سر پیٹ کے جھونڈا کو کھسوٹ
نوچ نوچ اپنا تیرے شوق سے کر ڈالی ہی چینخ

تسپہ مکراتی ہے مردا ماری شاباش ری
تیرے منہ سے ابھی نکلی ہی نہیں ساری چینخ

تھا مجھ کو کام آٹھ پہر اُس کی یاد سے
جانے تھا کون اس دل اندوہگیں کا بھید

ہمسائی پر یہ وقت پڑا ہی کہ تیس دن
بُن بُن کے بیچتی ہی بچاری ازار بند

کرتی جالی کی مجھے بھاتی ہے ہلکی پھلکی
کیوں میرے واسطے باجی نے سلائی پشواز

جی میں اپنے اسے ناداں سمجھتی ہے لکھوں میں
دل میں جو کہتی ہے اس عالم فانی کی ہوس

تیس دن میں کسی سے ملتی نہیں
ہوں ملاقات گاہ گاہ سے خوش

دل کی میں سادی تھی کمبخت کہ اس سے اتنا
نہ کیا ہیچ تو مال و دل و ایمان دریغ

سارے قصے جہان کے اپنی ہے چرچن
ہے مگر مجھ کو مہر و ماہ کا شوق

جب تلک ہنستی تھی تب تک تو مزا آتا تھا
ہنسی منی سی پہنتی تھی یہ پیاری ہیکل

خیر سے اتنی بڑی ہو کے اسے کیوں پہنوں
اب بنا دو مرے لائق مجھے بھاری ہیکل

یارب شب جدائی تو ہرگز نہ ہو نصیب
بندی کو یوں تجھے چاہے تو کولہو میں ڈال

کوئی پیس کر خوب سی لال مرچیں
تیرے دونوں دیدوں میں بھر جائے آتوں

میرے جی میں ہے آج گڑیاں نکالوں
سو میرے سے گھر اپنے گر جائے آتوں

کہا تھا مجھے کل تجھے دونگی چھٹی
کروں کیا جواب یوں مکر جائے آتوں

خدا جانے کہا تھا پائی کس سے لڑکی کو کا
کہ اتنی سی ہے زباں کیسی ہی چلتا ہے اس

یا بیوہ سہیر

رونق

سید محمد محسن نام، تکیہ ضلع رائے بریلی وطن، عبدالباری آسی الدنی سے تلمذ ہے۔ زمانۂ حال کے ریختی گو شعرا میں ہیں۔

لو وہ آتی ہیں لو اماں کی بھڑکائی ہوئی ۔۔۔ ہائے دَیّا کیا کروں میری تو رسوائی ہوئی
ہائے بوا میں کیا کروں شادی رچن کے لیے ۔۔۔ میری جوتی سے جو وہ پھرتی ہیں گدرائی ہوئی
اے ذرا پنچلے تو بیٹھو کوئی دیکھے گا اگر ۔۔۔ کھی رہ جائیگی یہ ڈاڑھی جو رسوائی ہوئی
دولہا بھائی آ رہے ہیں لکھنؤ سے شام کو ۔۔۔ باجی آج آپا ہیں کچھ چپکی سی شرمائی ہوئی

شیریں سے کہنے لگے فرہاد بھیا ایک دن
یہ تو بتلاؤ کہ کیوں پھرتی ہو شتائی ہوئی

(خندۂ گل ص ۲۴۴، ص ۲۴۵)

رباعی

بس سن چکی لو جی بس جی چپکے ہی رہو | اب کچھ نہ کہو جی بس جی چپکے ہی رہو
مجھ سے جیسے ہو تم مجھے ہے معلوم | بس چپکے رہو جی بس جی چپکے ہی رہو

رنگیں سے لیا تھا میں نے رو کر چھلا | دکھلاؤنگی کیا منہ اسے کھو کر چھلا
پاؤں جو وہ چھلا تو دوا بھیک دوں | منت کا اٹھاتی ہوں آ دھو کر چھلا

قطعہ

رنگیں دیکھ تو عشق میں اپنے | تو نے مجھ کو کتنا بیسا
میں نے اب پہچانا تجھ کو | تو ہے ایک ارے چھتیسا

رات دن میں یہی کہتی ہو نکہ یاں | جس نے رنگیں کا کیا آنا بند
پانی پی پی کے یہ کوسوں گی اسے | ہووے یارب وہ زمیں کا پیوند

زبس ہے ریختی ایجاد رنگیں | اسی خاطر کہا کرتا تھا اکثر
ہوا انشا بھی اب کہنے لگا ہے | چہ خوش اس چیونٹی کے بھی پر ہوئے

(دیوان رنگیں و انشا)

عاشق

میر یحییٰ نام، عاشق تخلص، مخاطب بہ نوازش علی خاں منصبدار متوطن برہان پور، ان کے اشعار میں بعض ریختی نما شعر موجود ہیں۔

میں کہا تیرے بدن پر کیا بھلی لگتی ہے راکھ
ہنس کہا جوگی پسر نے خاک لگتی ہے بھلی

تیل کھا کھا کہ ہو رہی کُپّی
دیکھو تیلن کو کیا بلی ہیگی

خوش لگا لیٹنا سُنارن کا
جس کے سونے میں تیرہ بالی ہے

سلونے سجن تیرے کوچے منے
شب و روز عشاق کا شور ہے

دیکھ "کھوکر" پٹھان کا لڑکا
صبر و ہوش کھو کر آیا ہے

رزالا یار جب بولا میرا آنا روپے پر ہے
تو ہم بولے کہ منہ دیکھو روپیے کے سولہ آنے ہیں

(چمنستان شعراء قلمی، تذکرہ فتح علی گردیزی قلمی)
(رسالہ تجلی بابتہ اکتوبر صفحہ ۶۸ و صفحہ ۶۹)
(رسالہ معارف بابتہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۲۴)

صاحبقران

امام علی نام، سید غلام حسین رضوی کے بیٹے، بلگرام کے متوطن، جرأت اور انشا کے ہمعصر ریختی، ہزل، ظریفانہ ہر رنگ میں کہتے تھے، صاحب دیوان تھے، آخر عمر میں لکھنؤ جا کر آصف الدولہ کے ملازم ہو گئے تھے۔

یہ اور چال سیکھی ہے کملو نے اندنوں | بازی جو دیکھی مات پیادہ بدل لیا
سنا کہ چکلے میں کہتی تھی ہر جوان پیر | زمانہ چاہا کیا جب تلک جمال رہا
دسیدم لڑتی ہی کشتی مجھ سے جو خم ٹھونککر | ریختی والا کیا کوئی تعلیم تجھ کو کر گیا
چھپکے جو کرتی تھی اس کو برملا کرنے لگی | خوش ہوئی چہتا جب اُس یار سے شوہر گیا
آج صاحبقران کی آمد ہے | تو کیوں بر بچھاؤ غالیچا
جوبن کو نورتن کے یاروشتاب لوٹو | آئی ہی حج یہ کرکے دوڑو ثواب لوٹو
سنتے ہیں میکدے سی نورن چلی ہی حج کو | اب تو سو چوہے کھا کے بلی چلی ہی حج کو
چیتون غضب ہے ہنتی کی ہی بے مثال آنکھ | چھوٹی سی سن میں اُسکی بڑی ہی چھنال آنکھ
کملو مجلس سے کوئی ٹلتی ہے | میری چھالی یہ مونگ دلتی ہے
جو پوچھا کہ صاحبقران سے ہی واقف | تو بولی کہ ایسے کو جانا نہ جانا
کانوں ہی کی اپنے بالی او میری بھولی بھالی | ہاتھوں سے کیوں چھپالی او میری بھولی بھالی
باریک ساڑو پٹہ لازم ہی گرمیوں میں | اوڑھا نہ کر نہالی او میری بھولی بھالی
جو دیکھتا ہی سر کو تیھر پہ مارتا ہے | ہونٹوں کی تیری لالی او میری بھولی بھالی
رات کہتی تھی گمنا بخشی سے | دل ہی صاحبقران ہی میرا

(مقطوعہ منتخب ص ۹۴ سخن شعرا ص ۲۷۳ طبقات الشعرا ہند ص ۲۷۳ ...)

ہے پائے بندی کا ہی وہ لٹکا پھرے گا بھڑوا وہ بھٹکا بھٹکا
نہیں نگوڑے کا کچھ بھی کھٹکا ہو کوئی دشمن ہزار اپنا
ملیگا پھر کب یہ وار گوئیاں وہ تیغ ابرو کی دھار گوئیاں
گرے نگوڑا سوار گوئیاں نہ چھوڑو واری شکار اپنا
بگاڑوں گی میں بھی حال گھر کا وہ ڈالیں مجھ پہ وبال گھر کا
کھلائیں رنڈی کو مال گھر کا نکالیں مجھ پر غبار اپنا
ہے آنے ڈولی کہلا ہوا بی' امام باڑہ ہی کربلا بھی
نگوڑے لڑتے ہیں کیوں بوا جی حساب کریں شمار اپنا

پھر گیا طبلہ بجانے آج گوہر جان کا
کیسا ننگا ہے نگوڑا باپ چندر بھان کا
خاک لگا بیگا نگوڑا شیخ اپنی بزم میں
جانتا سُر بھی نہیں بھڑوا جو اپنی تان کا
چھانتے ہیں رات بھر دولہا میاں چکلے کی خاک
خاک نکلے حوصلہ پھر حسرت و ارمان کا
یا نالاں بھڑوے کے سر پہ ارزوگی آج میں
سوت کا بھیجا ہوا کھایا جو بیڑا پان کا
کیوں نہ رنجیدہ ہو حسن دو مہینے سے بوا
خط نہیں لاہور سے آیا الٰہی جان کا

عجب بلا میں پھنسی ہوں گوئیاں میں اس نگوڑی سے دل لگا کر
یہ دونوں پھوٹیں جو آج سوئی ہوں میں پلک سی پلک لگا کر
کھلے ہیں ایام حیدری کے پڑی ہے گھر میں وہ شیخ جی کے
جلائیں گے ہم چراغ گھی کے ضرور مسجد میں آج جا کر

عنقا بیگم

محمد محسن خاں نام محسن اور عنقا بیگم تخلص خان پور ریاست بہاولپور پنجاب کے متوطن اور لکھنؤ میں رہتے تھے۔ اب ریٹائر ہو کر لکھنؤ سے وطن جا رہے ہیں۔ ریختی میں خاصی مہارت ہے ایک دیوان بھی طبع ہوا ہے جس کے دیباچہ میں جان صاحب سے اپنے کلام کا موازنہ کیا ہے، لکھنؤ اور دہلی دونوں شہروں کے محاورات استعمال کرتے ہیں، فواحشات سے ایک حد تک اجتناب کرتے ہیں۔ جان صاحب کی غزلوں پر غزلیں کہی ہیں۔ مگر وہ بات کہاں ہے!

ہوتا بسم اللہ سے آغاز ہے دیوان کا — راز سربستہ ہے وہ باجی در قرآن کا
ابن مریم تھا ثنا خواں باعث قرآن کا — کیوں نہ ہو قرآن پہ قربان دل انسان کا
پہلے نفرت تھی پہ پھر اس سے الفت ہوگئی — ہو گیا یوسف بھی شیدائی زلیخا جان کا
رہنمائے راہ حق گویا فقط قرآن ہے — ہادی کامل ہے وہ اسلام کے ایمان کا
اسلئے عیسائی و موسائی ہیں شیدا محسن — ذکر ہے انجیل میں توریت میں قرآن کا
چشم یکتائی سے دیکھو تم اگر لچھمی سے — خالق اکبر ہے مطلب رام اور بھگوان کا

سراپا عصمت ہیں اور حیا ہیں ہے شرم باجی شعار اپنا
وہ بھڑوا نگاہی مسخرا ہی بنائیں ہم نوج یار اپنا

ہے دل میں حسرت کمال گوہر ہوں عاشق خستہ حال گوہر
ہوئی ہوں غم سے نڈھال گوہر دکھا دو گوئیاں جمال گوہر
حسین ابھی ہیں جوان بھی ہیں جبیں پہ شاہی نشان بھی ہیں
ادائیں بانکی ہیں آن بھی ہیں میں واری ان کو نہال گوہر
موئی نے پہلے کیا تھا ڈیٹھی جو ہوتا ڈیٹھی تو تج سے لپٹی
کسی سے چھپٹی کسی سے چھپٹی برا ہے نیلم کا حال گوہر

جائے گا شیخ نگوڑا ہوا سیدھا ہو کر ۔۔۔ شوخیاں کرتا ہے مجھ سے یہ ابوا کٹنا ہو کر
کربلی سغلانی کی بھی جو کری رسوا ہو کر ۔۔۔ باز آتا نہیں دولہا میرا بوڑھا ہو کر
یہ رسیلا یہ رنگیلا یہ سجیلا ہو کر ۔۔۔ پھولکی والی پہ وا مرتا ہے مرزا ہو کر
کیا کہوں کو کلا بیگم کی کہانی گویا ۔۔۔ پڑ گئی زاغ کے بس میں موئی عنقا ہو کر

پڑی نگوڑی چمار کے بس کمہار کے بس کہار کے بس
بجائے واحد ہزار کے بس مگر نہ ہرجائی یار کے بس
اڑی یہ جا جا کے دس میں بیگم مرینگے مٹے کی ہوس میں بیگم
نہیں نشان کے بس میں بیگم وہیں نگوڑی خمار کے بس
ہوا تھا گوہر سے پھر چھڑا کا ہے خام پارہ بڑی لڑاکا
کوئی نہ بندہ ہوا خدا کا ہوا اسی بے شرم نار کے بس

بلا کی شوخی زبان میں ہے ستم کا جادو بیان میں ہے
وہ سوہنی آن بان میں ہے کہ مار ڈالا لبھا لبھا کر

لگائے کیا کیا وزیر بیگم نگاہ خونی کے تیر بیگم
بنایا دل کو امیر بیگم کمان ابرو چڑھا چڑھا کر

بگاڑتی کیوں ہے اپنا جوبن ہے چند روزہ ہوائے گلشن
نہ سرمہ مسی نہ پان ساقن ارے دوانی خدا خدا کر

نہ دل ہو کیوں کر کباب شب بھر شباب ہم کو عذاب شب بھر
پلاتی ہیں وہ شراب شب بھر موئی چھنالیں بلا بلا کر

بہار گلشن عیاں ہے اس میں ادائے بلبل نہاں ہے اس میں
وہ عنقاد بیگم زبان ہے اس میں کہ مار ڈالا لبھا لبھا کر

وہ الٹے الٹے سبق پڑھائے کہ مار ڈالا جلا جلا کر
بگاڑا کیسے ہے ان کو باجی سکھا سکھا کر سکھا سکھا کر

نواب بیگم ہے لکھنؤ کی بڑی ہے دشمن اسی نفت گو کی
ذرا جو آنکھ اس سے دوبدو کی تو ان نے مارا جلا جلا کر

سگھڑ سیانی تو ہو کے جانی خراب کرتی ہے زندگانی
جوانی ہوتی تو ہے دیوانی مگر نہ یوں شرم بھول کھا کر

کہاں سے لائیگا دم ہوا وہ بڑا ہی دمساز ہی ہوا وہ
سراپا سلفہ ہوا ہوا وہ چرس نگوڑی اڑا اڑا کر

پینے میں فصل گل کی رعایت بھی ہو ہوا — ٹھنڈی ہوا کا موسم برسات کا لحاظ
مانا کہ پردہ والی سے کچھ بات ہی نہیں — کیوں بات بات پر ہے مسمات کا لحاظ
افسوس تو یہی ہے کہ عنقا ہوا نہیں — محسن نگوڑے مارے کی کچھ بات کا لحاظ

دولہا بھائی گر پڑیں ٹھوکر لگے یا چوٹ آئے
کیوں نہیں رکھتی ہو دلہن تم پس چلمن چراغ

دکھاؤ تن من گھڑی نہ ہو من، گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے
ہے چند روزہ یہ حسن و جوبن گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے
فراز کہنا کا نشیب کا ہے ہوا یہ عالم فریب کا ہے
صدا ہے گھڑیال کی یہ ہن ہن گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے

بات تو شیریں کی رکھنی تھی ہزاروں میں ہوا — گو بلا سے پھٹ گیا سر بھی میاں فرہاد کا
روئی ممکن نہیں بھڑ دے ہی تو کیڑا کیسا — چھوڑ دو جھگڑے کواری پہ ورق کا جھگڑا کیسا
شوق ہی آئیں وہ جب چاہیں تکلف کیا ہے — دولہا بھائی سے تجھے آ ہوا پردا کیا ہے
ہوئی بیخود شرابی یاد آیا — اری لینا ہوا گو ہر چلا یا دل
مجھے بوجہ بہر وا مارتا ہے — بڑا بیدرد میرا مردوا ہے
دل اسکی تیغ ابرو پر فدا ہے — وہ گورا لونڈا جو کپتان کا ہے

(تذکرہ تبسم گل صفحہ ۸۵ تا صفحہ ۹۲ تذکرہ خندۂ گل صفحہ ۳۹، ۳۲، ۶۲)

ہوں نوج عیار یار ایسے نگوڑے بھک منگے شیخ جیسے
نہ نکلے ڈولی کے چار بیسے پڑی ظہورا کہار کے بس
نہ آئی چمپا کلی نہ مالا ، ہے کب سے چمپت نگوڑی خالہ
ہمارا زیور کہٹائی ڈالا ہو نوج کوئی سنار کے بس

لگی ہے تن کے چمن میں باجی یہ کس شمع رو کی پیاری آتش
وہ سلگی رہ رہ کے ہجر کی شب بنی ہیں ساری کی ساری آتش
وہ اٹھتا جوبن چڑھی جوانی ہوئی وہ مستانی اور دوانی
بلا کے جوشوں پہ ہے بیٹھائی غضب کی رکھتی ہے ناری آتش
چڑھی حرارت جو کھا کے انڈے بلایا کسی کو کر کے گنڈے
لگا کے تن بہن ہوئے جو ٹھنڈے تو مزاجی کی سدھاری آتش

کریگا خاک سو ابے وفا وفا کا لحاظ
نہ بوڑھی اماں کی جسکو ہوا التجا کا لحاظ
کوئی تو بات ہے دولھا میں شرم کی باجی
جو کر نہ رات کو دلہن سے ہیں بلا کا لحاظ
کریگا خاک سو آنکھ اور ناک کی شرم
نہ جس کی آنکھ میں مطلق ہوا شما کا لحاظ
نہ چھوڑ دامن شیر خدا ابو اعنقا
کرینگے آپ وہ مشکل کشا دعا کا لحاظ
زنڈی نگوڑی کی ہی فقط گھات کا لحاظ
دلن کا لحاظ ہے نہ انہیں سات کا لحاظ
اوئی باجی کوئی نوج کرے ایسے فعل کو
تعویذ گنڈے سحر کرا [illegible] لحاظ

قیس

"محمد صدیق قیس ہمشیر زادۂ شیر محمد خاں ایمان تخلص، شعر نازک و"
"دلپسند بوضع خواجہ میر درد و میر تقی میر میگوید و مضامین دلچسپ"
"نو بنو رنگا رنگ می آرد از نزد مہاراجہ[1] بہادر دو روپیہ یومیہ و از"
"نزد امیر کبیر[2] دو روپیہ یومیہ روزمی یابد نہایت مرد خلیق خوش فکر"
"و دریں دلا بمذاقش کم کسے می رسد .... صاحب دیوان"
"است کہ نام دیوان خود "پیشکار" داشتہ است"

(تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ ۵۴، ۵۵)

"......... آپ کا اصلی وطن حیدر آباد دکن ہے آپ کے"
"بزرگ اکثر سرکار عالی نظام میں وقائع نگاری اور اخبار گوئی کی"
"خدمت پر مقرر تھے چنانچہ آپ کے نانا محمد عاقل نائک مخبرین کے"
"افسر تھے اور آپ کے ماموں شیر محمد خاں ایمان اعظم الامراء"
"ارسطو جاہ بہادر کے مصاحب تھے اور شعراء میں استاد الشعراء"
"مشہور تھے آپ نے نشو و نما کے بعد سن شباب میں بقدر ضرورت"
"فارسی عربی پڑھ کے تحریر و تقریر کی استعداد حاصل کی اور بہ"
"موروثی وقائع نگاری و تاریخ دانی کا کمال پیدا کیا۔ شعر گوئی بھی"
"شروع کی، کلام کی اصلاح ماموئے بزرگ سے لیا کی ...."

---

[1] مہاراجہ چندو لعل بہادر پیشکار دکن، [2] شمس الامراء بہادر امیر کبیر۔ (تمکین)

فنا

شیخ باقر نام، کالپی وطن حافظ ضغیم، مولوی عبد الکریم خاں، مولوی محمد مظہر وصل وغیرہ کئی ایک اساتذہ سے مشورہ کرتے تھے ریختی کا بھی شوق تھا۔ ترتیب تذکرۂ سخن شعراء کے وقت کلکتہ میں تجارت کرتے تھے۔ اور مؤلف تذکرۂ سخن شعراء کے ملاقاتی تھے۔

بار گوہر سے لچکتی ہے کلائی بار بار ۔۔۔ وہ در نایاب پہنے ہے جو سمن آجکل

کل روپے سونا کہ منگوا کر دئیے تکلّا ان ہے ۔۔۔ اشرفی خانم کہو نگی جا کے کندن لال سے

(سخن شعراء ص ۳۷۲)
(خندۂ گل ص ۳۴۳)

انتخاب کلام قیس

تو نے چڑیا وہ بنائی ہے کہ بس لوٹ لے اُٹھو — تیرے ہاتھوں کے میں قربان گئی منہارنی

اتنے کیوں موتی لگائی اری نادان دوا — جھک گئے بوجھ سے موتی کے مرے کان دوا
ٹھیک ہیں مونڈھے تو اس کرتی کے لیکن اتنا — تنگ ہوتا ہے گلے میں سے گریباں دوا

چنپا ٹکا تھا جس کے گریباں کے اوپر — کرتی وہ میری کیا ہوئی بسنتی جمیلا

لاڈ[۱] بازار کو جاتی ہے تو صدقے تیرے — بھول مت یاد سے لے آئیو ڈوری انّا

بوا لا دے ایسا طرحدار جوتا — جھلا بور کا کوئی دھواں دھار جوتا

کاہیکو بہنوں کی باجی ہیں تمہاری انگیا — ایک سے ایک مری پاس ہے بھاری انگیا
جس کی چڑیا کا وہ عالم تھا کہ اب اڑ جائے — میں تو باجی ہی جو کل شرط میں ہاری انگیا
ٹوکیاں ڈھیلی ہیں اور تنگ کٹہاؤ ہیں دوا — اس طرح کوئی بھی سیتا ہے گنواری انگیا

کیا بنا لائی ہے منہیاران حنائی چوڑیاں — میں نہ پہنونگی کبھی یہ آسمانی چوڑیاں
بڑھ گئیں دو چوڑیاں تو یہ کمیں کہتی ہے کیا — پہن لے چل ہاتھ ڈھیلا چھو جانی چوڑیاں

---

۱ ... دکے ایک بازار کا نام ہے۔ (تمکین)

"آپ نے ایک دیوان ریختی شاہ جہاں آباد کی بیگمات کی بول چال میں"
"لکھا ہے فقیر مولف کو آپ کا دیوان ملا تھا .... آخر سنہ ۱۲۳۳ھ میں"
"جاں بحق ہوئے"

(تذکرۂ شعرا دکن جلد دوم صفحہ ۹۴۱، ۹۴۲)

قیسؔ کے کلیات میں (۱۴۱) سطری سطر کے (۴۴) صفحات ریختی کے بھی موجود ہیں جس کے آغاز پر لکھا ہے۔

"منتخب دیوان ریختی قیسؔ محاورۂ بیگمات شوخ محل بادشاہی شاہجہاں آباد"

معلوم ہوتا ہے کہ قیسؔ نے ریختی میں دیوان مکمل کرلیا تھا اور یہ کلام اس دیوان کا انتخاب ہے۔ قیسؔ کی اکثر ریختیاں رنگینؔ کی ریختیوں کے قافیہ اور ردیف میں ہیں۔ ایک دکھنی شاعر کا جس نے کبھی دہلی کی صورت نہ دیکھی ہو اس بے تکلفی سے "بیگماتی اردو" کا استعمال کرنا نہ صرف حیرت انگیز بلکہ تعجب خیز بھی ہے۔ قیسؔ نے دلّی کے محاوروں کے ساتھ ساتھ دکن کے زنانی محاورے بھی استعمال کیے ہیں اور اس لطف کے ساتھ کہ دکنیت کا شبہ تک نہیں ہوتا۔

راحت افزا سے یہ کہیو اجی گلشن بو بو — ہاتھ دھونے کو میرے لائیو بے سن بو بو
تکیہ چوں چوں کا تو زانو کے تلے دھر دینا — بیٹھے مسند پہ جب آ کر میری سمدھن بو بو

قطعہ

دوگانا تو کیا ہے کسو کے بھی آگے — اری قیس کا کر نہ مذکور باندی
قسم ہے علی جی کی کہتی ہوں تجھ سے — کرونگی تیری ہڈیاں چور باندی

دیگر

ہاتھ سے تیرے اے دوانا ک میں جان ہے میری — ایک دن ایسا کرا ری زہر تو بھی کھلا مجھے
کاہیکو طعنے[1] مہینے تو دیتی ہے اٹھتے بیٹھتے — جینے سے جی تنگ ہے آتی نہیں قضا مجھے

ٹکڑے ہوئی جاتی ہے زباں اری[2] طلب کے — رات سے میرے پان بھی منگوا لی جمیلا

نَل[3] بھر گئے پیڑو میں میرے درد ہے میٹھا — مت چھیڑ میں ہوں جان سے حیران دوگانا

تیری گود میں تو میں کھیلی ہوئی ہوں — میری بات کا مت برا مان آچا!
اری قیس کے جب تو جاتی ہو گھر کو — مرے ساتھ چل تو بھی مہمان آچا!
غرض دیکھ کر تو بھی خوش ہو گئی ہیں — عجب طور کا ہے وہ انسان آچا!

---

۱ طعنہ، تشنیع ۲ عادت ۳ نلے، (تمکین)

قمیص پر کرتے تھی فرمائش کہ لیں جوڑا اپنا　　سبز سالو، ورنہ دھانی، آسمانی چوڑیاں
آگے پیچھے عاشق و معشوق کی گوہیں لگا　　دہار پہ جھلا دہار کے گل اُس میں پہنا لی چوڑیاں

اپنے رکھی ہوں دوگانا وہ طرحدار اصیل　　نوجواں پتلی سی گوری سی دلہن ہو دار اصیل
اُبٹنا مل کے نہا آتی ہی بُو تجھ میں سڑی　　کتنی گندی ہماری دور ہو مردار اصیل

بخشنے والا ہے صاحب میرا او بردہ والا　　یہ تو کہتی نہیں میں نیک ہوں بدکار ہوں میں

میں کیا کرونگی لیکے تیری ہلکی اوڑھنی　　لا دے دو واذہ مجھکو جھلا جھل کی اوڑھنی
چھیپے کا اس پہ کام تھا کیا خوب اچھڑی　　کوٹھے پہ جو لٹکتی تھی وہ کل کی اوڑھنی
شعلہ سا ایک آنکھ میں میرے چمک گیا　　سر پر ترے اُٹھے وہ جو کہیں ڈھلکی اوڑھنی

مجھ کو رخصت دے اب میرے گھر سے　　لے کے بنیں اصیل آئی ہے

کل پاؤں میرے دابنے جو آئی جمیلا　　نیند آ گئی تلوؤں کو جو سہلائی جمیلا

بی چاندنی سے کہہ دو ہو فرش کی تیاری　　آتی ہے میرے گھر کو مہماں میری کوکا

ایسا نہ ہو محل میں کوئی دیکھ لے تجھے　　باندی کنارے بیٹھ کے [illegible]

رات مجھے جگا جگا تونے کیا ہے رت جگا　　اب بھی نہیں ہے جی بھرا سو دے سہ جگا مجھے

رات کو بیٹھے یہ تیری دیکھ لی چوری اتنا　　کالی اوپر بھی پڑ ہی نیچے بھی گوری اتنا!

لوگ سن لینگے ٹھیر جا کم بخت !　　بولتی میری جیا رہا ئی ہے

بعض جگہ کھلی ہوئی باتیں بھی کہی ہیں جو بیہودگی کی حد تک پہنچ گئی ہیں نمونتاً بعض مصرعے نقل کئے جاتے ہیں۔

خالی جو لڑاتی ہے بلبل تو لڑاتی ہو ں
کل کا تو ہر دن باقی یہ سوئیں بہاتی ہے
بن گیا پھول مست غنچہ سوسن لوبو

دیوان قیس قلمی کتب خانہ آصفیہ ۱۷۹ ادعہ ۴۵۶ و داوین اردو
تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ ۵۴۴ ۔ تذکرہ شعراء دکن جلد دوم صفحہ ۹۱۴
دکن میں اردو صفحہ ۱۲۹ ۔
رسالہ نگار بابتہ ماہ اگست سنہ ۱۹۲۹ء صفحہ ۶۵ تا ۷۱ ۔
رسالہ شاعر امروہہ بابتہ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء ۔

ہوتی ہوں تیرے پر سے قربان میری کوکا — منہ پر تو دوشالے کو مت تان میری کوکا

رسوائی کا مٹ اب یہ خلل جائے تو اچھا — باندی تو میرے گھر سے نکل جائے تو اچھا
میں آئی تھی میلے میں دوگانا سے خفا ہو — جی دو گھڑی اس طرح بہل جائے تو اچھا
انّا تجھے کیا ہو گیا چھاتی پہ لے کپڑا — اس بھیڑ میں چھاتی کوئی ملجائے تو اچھا

تم ہو پائل چمکتی ہے بجلی — بیٹھو پردے میں جاؤ باجی جان!

دیکھ انّا تجھے دیتی ہوں میں سر کی گیندو — چوک جاتی ہو میرے واسطے لاری گڑیاں

کہہ دو یہ دوگانا سے میں شام کو آتی ہوں — کل پیر بلّے[1] کی درگاہ کو جاتی ہوں

مر پر تو جوانی کے ہے اب جوڑ زناخی! — بھرتی نہیں آنکھوں میں یہ تیرے جوڑ زناخی!

کیا جانئے کیا ہو گی جوانی میں تو آفت — کوکا بھی میری ایک مہوسلہ دھاری گوئیاں

کیا دھواں دھار ہے پرکالۂ آتش اُف رے — آگ لینے جو وہ آئی تھی پڑوسن بُو بُو

---

[1] نہ جانے یہ پیر بلّے کون تھے آج تک ہم نے کبھی نام نہیں سنا، (تمکین)

لائق

نواب بدرالدین خاں بہادر نام، امیر جنگ امیر الدولہ خطاب
لائق تخلص، شہامت جنگ امیر الدولہ ابن محمد طاہر خاں شہامت جنگ
(اول) کے بیٹے تھے۔ آپ کے والد نواب امیر الدولہ بہادر ارسطو جاہ
کے زمانہ میں خانساماں اور خدمت جواہر خانہ سے سرفراز تھے۔ آخر میں
موسیٰ شاہ قادری کے مرید ہو کر تارکِ لباس اور فقیر ہو گئے۔

نواب بدرالدین خاں بہادر لائق اپنے والد کے بعد موروثی
خدمت اور نواب سکندر جاہ بہادر کی مصاحبت سے سرفراز ہوئے،
کوکٹ پلی، طاہر خاں پیٹھ، وغیرہ جاگیریں پائیں، منصب پنجہزاری
تین ہزار سوار علم نقارہ، نوبت، پالکی جھالردار، سے سرفراز تھے،
آپ کی سلیقہ شعاری مشہور ہے، شادیوں لنگر وغیرہ کے جلوس کی
ترتیب وغیرہ میں آپ کو خاص ملکہ تھا۔ نہایت شریف المزاج، نفیس الطبع
خوش اختلاط، پر اخلاق، قدردانِ کمال تھے، نواب سکندر جاہ بہادر
کے عہد میں سنہ ۱۸۰۳ء سے سنہ ۱۸۲۹ء تک زندہ تھے سنہ ولادت
۱۲۱۸ھ ۱۲۴۵ھ
ہی معلوم ہو سکا اور نہ سنہ وفات کا پتہ چلا،

کتب خانہ آصفیہ میں آپ کے دو قلمی دواوین موجود ہیں جن میں
[illegible] کے آخر میں ایک ریختی بھی لکھی ہوئی ہے۔ زبان صاف اور

ریختی گو شاعر تھے مگر حال معلوم نہ ہو سکا۔

کس نگوڑی کلموہی نے بددعا دی تھی آ کے ۔۔۔ شہر کی گلیوں میں قرم کا پتہ ملتا نہیں
کیا نحوست چھا گئی ہے اب زمانے پر موا ۔۔۔ ڈھونڈھتی پھرتی ہوں ایسا کوئی مردوا ملتا نہیں
بیٹھ کر سُسوئے بہاؤ یا کہو مجھ کو بُرا ۔۔۔ مجھ کو تو بیگم کوئی اب آشنا ملتا نہیں

ڈولی کے پیسے دینے پڑینگے سیاں ضرور ۔۔۔ کیا گھورتے ہو تم مجھے آنکھیں نکال کے
مردوں کے سامنے نہیں آتے ہیں یوں موئی ۔۔۔ اوڑھا کرو ذرا تو دوپٹا سنبھال کے

دو روز بھی تو میں نہیں رہتی ہوں چین سے ۔۔۔ بیگم تمہیں بتاؤ کہ میں نہا کی کیا کروں
بیزار سے میری جو مرے گھر آئی وہ ۔۔۔ طوطے چشم ہیں مردوے بچیا کی کیا کروں

ذرا "نہا" اور "چشم" کے تلفظ پر غور کیجئے بالکل اسی طرح باندھا ہے جس طرح عورتیں بولتی ہیں۔

(تذکرہ گل ص ۳۴۵ و ص ۳۴۶)

مجید

عبدالمجید نام تھا ماڈرن تھیٹریکل کمپنی ناگپور کے چیف ایکٹر اور ریختی کے شاعر تھے۔

سوسن تجھے ملنے کو بھی لچا ہی ملا شوخ
کیا تجھ کو بنائے گا لنگوڑا وہ موا شوخ

آیا مری لونڈی کو بھی کرتا تھا اشارے
کل وہ انہیں ہاتھوں کی بدولت تو پٹا شوخ

ان دونوں میں رہتی ہے ہمیشہ سے لڑائی
کچھ منجھلی تو شوخ ہیں کچھ چھوٹی بڑا شوخ

یہ کس نے بتائی ہے چھچھوروں کی ملاقات
بدنام نہیں آنکھ بھی تجھ کو تو ہوا شوخ

بل سارے نکالو نگی میں تکلے کی طرح سے
پاپوش سے ہر بار لگی جو ہٹے وہ چڑھا شوخ

ہر ایک سے یوں آنکھ لڑا لیتی ہے نرگس
ہے ہی نہیں آتی ہے ذرا تجھ کو حیا شوخ

الفت جو مجید آئے تو تو بات نہ کرنا
وہ ایک ہی چلتا ہوا لچا ہے موا شوخ

(خندۂ گل صفحہ ۳۸۶)

شست ہے۔

پاس میرے توکسی ڈھب سے اسے لاری دوا
میں بلائیں تیری لیتی ہوں اری جاری دوا

ہائے ہائے کیا بیٹا سب مجھے کھایا تونے
وہ نہ مانے تو مجھے چوری سے لے جاری دوا

وہ نہ آئے تو قسم دیجیو میرے سر کی
اس کو مجھ پاس کسی ڈھب سے منالاری دوا

اس موے مالی ملے پر تو دو ہتڑ ماروں
یا کوئی اور ہو تدبیر تو بتلاری دوا

سینے سے بینہ ملا اس کے تو بوسے لے لوں
پاؤں میں پاؤں ملا عیش کروں پیاری دوا

کیا کہا کسنے کہا تیرے سے لائق شب کو
تجھ کو لوٹھو کی قسم کہدے نہ شرماری دوا

(دیوان لائق موجودہ کتب خانہ آصفیہ ص۸۹،۹۰)
(تاریخ گلزار آصفیہ ص۱۹۵،۱۹۶)۔
(دکن میں اردو ص۱۳۶،۱۳۷)

نازنین

"غلط فہمان ادا شناس کی نظر میں تخلص ہے مرزا علی بیگ جوان خوش اسلوب"
"رستم زماں بزور قوت سہراب طاقت کا الخ" (گلستان سخن صابر ص ۴۴۴)

دلّی کے رہنے والے تھے ذوق سے تلمذ تھا، ۱۲۷۱ھ میں زندہ تھے بقول نساخ "جان صاحب سے اچھی ریختی کہتے تھے"، ذوق کی وفات پر ریختی میں قطعہ تاریخ کہی ہے،

نہیں نازنیں رنج کرتی کسی کا ۔۔۔ گیا جب سے یار اور حرمت ہے کھوئی
بلا سے رکھوں شاد دل کو تو اپنے ۔۔۔ اگر میں نے کنبے کی عزت ڈبوئی
خصم جب سوا لونڈیوں کو رُو لایا ۔۔۔ کہ اس پردے میں نام رکھے نہ کوئی
ولیکن مجھے کاملوں سے ہے الفت ۔۔۔ غم ذوق میں رات بھر میں نہ سوئی
لکھی اس کی تاریخ اور یہ ہوا غم ۔۔۔ میاں ذوق کو میں بوا آپ روئی

نازنیں اتنا بھی ہرجائی پنا ۔۔۔ یہ تمہارے آگیا کیا دھیان میں
روز ایک دھگڑے کی ہیں جھانیاں ۔۔۔ روز رہتی ہو اسی سامان میں

ہوئی عشاق میں شہرہ یوسف سا جواں تاکا ۔۔۔ بوا ہم عورتوں میں تھا بڑا دیدہ زلیخا کا
اپنے سر کو دھوتی ہوں بوا اور بیٹا شاہی ۔۔۔ ہوا میٹھا ہی کیا خوش خوش کہ دن آیا تھا نہا کا

مخلوق

مولوی عبد الباری آسی الدنی نے اپنے تذکرۂ خندۂ گل میں "تذکرۂ خوش معرکہ" پٹنہ لائبریری کے حوالے سے لکھا ہے کہ میر احسان علی نام تھا۔ نواب تقی محمد خاں ترقی کے پاس قصہ گوئی پر ملازم تھے، میر خلیق کے چھوٹے بھائی اور میر انیس کے چچا تھے۔ آسی صاحب نے تذکرۂ انیس مولفہ میر فدا علی خنجر سے ریختی کے دو شعر نقل کئے ہیں۔

اے ددا دیکھیو اب ہوگا نیا شر پیدا | لو زناخی نے کیا اور نیا گھر پیدا

مردوں کو ترس رنڈیوں پہ کیوں نہیں ہوتا | میں مرگئی کمبخت اثر کیوں نہیں ہوتا

(خندۂ گل صفحہ ۲۴۵)

نکتہ چیں

کوئی نامہ نگار تھے اور دبہ پنچ کے ظرافت کے ساتھ ساتھ ریختی کا بھی شوق تھا۔

اشرفی سے تو یوں نکاح ہوا | پر بندھا مہر ایک پائی کا

خدا کی مہربانی قبر میری سہیلی ہے | گھٹا چھائی ہے رحمت کی لو اللہ بیلی ہے

بالی تھی ایک میں نہ جو کتیا چلی گئی | مشہور یہ غلط ہے کہ قضا چلی گئی

(خندۂ گل صفحہ ۲۴۴ تا ۲۴۴)

پڑی نہ ہو کہیں اس بدنظر کی تجھ پہ نگاہ　　بولے مجھے تو تیرا دھیان باربار آیا

پہ کل گر گئی ہے رہتا نہیں حمل پھر　　پچتائی میں تو آیا پہلا حمل گرا کر

یار کرنے کی عبث مجھ پہ ہی تہمت باجی　　اس زمانے میں کسی کا بھی کوئی یار نہیں

تو سٹنڈا ہے اور میں نازنیں کیونکر بنے صحبت　　موئی اوجڑے نگوڑے لیے تکے چل دور ہو یاں سے

دن چڑھے پہ بھی دبوچے ہی پڑا رہتا ہے　　مفت نظروں میں جٹھانی کے کیا خوار مجھے

ہمسائی آئی تھی میرے گھر میں بنی ٹھنی　　انکو تو دیکھو رات ابھی بیاہ کے پسل پڑے

ہو کر لہولہان تو کچھ ڈر گئی تھی پر　　جو زخم تھے ہوا وہی دل کی دوا ہوئے

(گلستان سخن صابر صفحہ ۴۴۴ تا ۴۴۸)

(قطعۂ منتخب صفحہ ۶۴ و ۶۵)

(حدیث قدسی صفحہ ۹۹)

(سخن شعرا صفحہ ۴۹۰، ۴۹۰)

(تذکرۃ الشعرا، صفحہ [illegible])

کوئی بیٹھا ہو تجھے ہی کام اپنے کام سے　　اے نگوڑے آدمی بس تو تو حیواں ہو گیا

سونا کبھی شوہر کو میسر نہیں ہوتا　　عورت! انہیں یا توں سے تیرا گھر نہیں ہوتا

میری نماز کھوئی اس مردوے نے آکر　　اٹھی تھی اے دوا میں کمبخت ابھی نہا کر

اے زناخی مردوا ہے بدگماں　　تو نہ کر باتیں ہمارے کان میں

رات بھر ہے وہی بات اور وہی چوما چالی　　اے دوا ایسے نہ دیدے ہی پڑا کام مجھے

فوارہ کی طرح سے ذرا بھی نہ تھم سکے　　تم ایک بوندہ پانی پہ کتنا اچھل پڑے

وس گھر تو چھت پھٹکے ہیں کہاں تک خصم کروں　　کس کا بٹھائے دیکھئے اب آسماں مجھے

تجھے کہتے ہیں ہمالی تو نے تا کا چھوٹے دیور کو　　نہیں ڈرنے کی میں بھی ہاں نہیں تاک کا تو اتا کا

اگر اے نازنیں تو دبلی پتلی کامنی سی ہے　　چھریرا سا بدن نام خدا تیرے دولہا کا

کیا جانے کیا کبیلوں میں شہد گھلا ہے　　گھر والیوں سے خوش کم ملتا ہے

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

گو کہ ہم جنس کو اک نوع کی نسبت ہے بہم　　پر میاں ہے یہی جو دیکھوں تو ہوں ہر بات میں کم
نر کا مادہ سے بڑا رتبہ ہے اے شاہِ اُمم　　نسبتِ خود بہ سگت کردم و خود منفعلم

زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

درد عصیاں سے جو تھی نازنیں کو بیتابی　　منہ پہ آنچل وہ ڈوپٹہ کا دھرے روتی تھی
دیکھا اس دکھیا کا عالم تو اسے کہنا ہی　　سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

(حدیثِ قدسی ص ۹۹)

مخمس بر غزل قدسی

لونڈی سو جان سے قربان گئی تجھ پہ نبی اچھی محشر میں بجھا دیجو مری تشنہ لبی
تو ہے بندی کا وسیلہ دمِ حاجت طلبی مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

عورتیں جمع تھیں یک جا پہ سن اے شاہِ امم وصفِ یوسف وہ لگیں کرنے زلیخا سے بہم
دیکھ تصویر تیری بولی یہ بی بی مریم من بیدلِ بجمالِ تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بو العجبی

کھایا آدم نے جو گیہوں ہوا اللہ خفا بخشوائی تیرے صدقے گئی تو نے ہی خطا
دادی حوا نے بلائیں تیری لیکر یہ کہا نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را

برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

او جلا پھل دے کہ مرا باغ جہاں میں ہے نام اور گل حسن سے شوہر کا معطر ہو مشام
پھولتی پھلتی ہمیشہ رہو اے عرش مقام نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سر سبز مدام

زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

بی بی ہوں عورت نہ مجھے عقل ہے کچھ اور نہ شعور نہ میں ہوں رابعہ بصری نہ میں ہوں بی بی نور
پر یہ سمجھی کہ ہے عزت تیری رب کو منظور ذاتِ پاک تو دریں ملکِ عرب کردہ ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

جو نگوڑی کہ ہوئی راہ سے تیری برگشت خاک اڑ جائیگی ہو ی حشر تلک دشت بدشت
واسطے تیرے ہی میں واری چمن جنت ہشت شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گذشت

نسبت

میر احمد علی نام لکھنؤ کے مشہور ریختی گو تھے جان صاحب کے معاصر اور مخلص تھے جان صاحب نے اپنے دیوان میں بعض جگہ نسبت کا ذکر بھی کیا ہے۔ صاحبِ دیوان تھے۔

اے دوگانا وہ اگلی آنکھ نہیں — مجھ سے تیری یہ پھر گئی ہے آنکھ
بل ہر اک شخص سے جو کرتی ہے — کسی بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ

بیٹھے ہیں ہر کسی کے پاؤں کیوں دیتی ہو آخانم! — بھلا ہی شوق اے بی بی! تمہیں جھگڑا چکانے کا

شمع جلواؤں گی میں پنج وقت میں تیری لوڈی — جو بھلا چاہتی ہے کر میرا زیور پیدا

چھاتیاں کھولی جو در آتی چلی آتی ہو — اجی بہنوئی ہے بیٹھا نہیں شرماتی ہو!

کیلے تو دیکھ کر میرا جی کلبلا اٹھا — اے کاش کے نہ آتی میں اس آن باغ میں

(سخن شعرا، نساخ ص ۵۱۸ ۔ خندۂ گل ص ۲۴۴، ۲۴۶)

نازک

مؤلفِ تذکرۂ خندۂ گُل کے ملاقاتی ہیں ریختی کا شوق ہے لکھنؤ میں مقیم ہیں نام ظاہر نہیں کرنے دیتے ۔

خدا بچائے بوا مردوں کے دیدے سے
کہ تاک جھانک لگاتے ہیں تو ندیدے سے

کوسا بچی کو تو دیدے ہی نکلوا لونگی
سات لالوں میں بھی ایک ہا ہے بتو

چار میں بیٹھ کے کیا آنکھ اٹھائے کوئی
طاق بھرنے جو اکیلی چلی جائے کوئی
انگلیاں پھونک کے آنکھوں میں جگایا شب بھر
نوج نرگس کو بلا ساتھ سلائے کوئی

میں نگوڑی کہیں آتی نہیں اے بتو
پھر بھی لاکھوں مجھے الزام دئے جاتی ہیں

بیٹوں والی پوتوں والی
ہاتھوں میں چھلے کانوں میں بالی
دانتوں پہ مسی آنکھوں میں سرما
ماتھے پہ افشاں ہونٹوں پہ لالی
میں نے سب کو سمجھا ہے
سب میں میری دیکھی بھالی

(تذکرۂ گل ص ۱۳۴)

"کرتا ہے ۔"

(طبقات الشعراء ہند)

اور حالات کے لئے دیکھو: ۱۔ چمنستان شعرا قلمی موجودہ کتب خانہ آصفیہ ۔

۲۔ رسالہ تجلی حیدرآباد دکن بابتہ اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۶۔

۳۔ تذکرۂ شعرا دکن جلد دوم ص ۱۲۰۲

۴۔ گل رعنا ــــــ ص ۲۷ ۔

۵۔ دکن میں اردو ــــــ ص ۴۴ تا ۴۶ ۔

اردوئے قدیم ــــــ ص ۷۹ تا ۸۱

ہاشمی

سید میراں نام، سید شاہ ہاشم کی پیروی یا مریدی کی وجہ ہاشمی تخلص کرنے لگے، بیجاپور وطن تھا، دیدۂ ظاہری بند تھے مگر لمحات عمر نہایت طویل ہوئی علی عادلشاہ کے درباری شاعر ہونے کا افتخار حاصل تھا ۱۰۸۸ھ میں یوسف زلیخا لکھی اور ۱۰۹۷ھ میں انتقال کیا۔ مثنوی یوسف زلیخا کے علاوہ

۱۔ احسن القصص (ترجمۂ روضۃ الشہدا)۔

۲۔ غزل کا دیوان۔

۳۔ ریختی کا دیوان، (اس کا قلمی نسخہ پروفیسر آغا حیدر حسن دہلوی کے پاس موجود ہے)

۴۔ مرثیے (سنا جاتا ہے کہ ہاشمی نے بہت سے مرثیے لکھے ہیں مگر افسوس ہے کہ وہ اب تک دستیاب نہیں ہوئے۔)

(اُردو شہ پارے جلد اول ص ۲۶۷)

"عربستان میں مرد عاشق زن ہے اکثر اشعار مرد کی زبان میں موزوں"
"کئے جاتے ہیں، ایران میں عاشق مرد مرد ہے، ہندوستان میں عورت"
"مرد کی عاشق ہے، چنانچہ ہندی اشعار یعنے کبت دوہرہ و دیگر تصانیف"
"کے پڑھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے طرفہ یہ کہ قرآن مجید میں عورت"
"کی محبت مرد سے ذکر کی گئی ہے یعنے قصۂ یوسف زلیخا، چنانچہ ہاشم (ہاشمی)"
"بھی اسی طرح شعر کہا کرتا ہے۔ یعنے عورت کی طرف سے اظہار عشق [illegible]ت

سکھی پھر کہی سنے گیاں ہور کہی گیاں ہاشمی منجکوں
کراوا اے شوخ کیسی خون رکھی ہو جیو نظارے میں

لا لن کو جا سہیلی میرا سلام بولو! یو عرض ہے ہمارا دل کا تمام بولو!
سیج مان اسکا لی تجھ تی بچھڑ تی رہی ہوں ان پانی سب تجی ہوں سونا حرام بولو!
فاقہ درس کا پیارے سینا اوپر پڑیا ہے بھوکیاں کوں دے صوابی درس طعام بولو!
مجھ تن جگر کوں قابض برہی نے آگیا ہے پھرتی ہوں جوں مسافر نیں مجھ مقام بولو!
لسدن زبان میری جا لگا گیا ہے آکر شہد و شکر سوں میٹھا تیرا اچ نام بولو!
پھرتا سو آس تین یو تجھ سوں جے دیکھ بچھڑا ہو مہرباں غم سوں روتا اچ شام بولو!
عرفاں کیاں کتاباں پڑنا سکھی ہو سب تے جب تے لگی ہوں پڑنے تیرا کلام بولو!
کیسی برت پیاری می دن چھپا رہی ہوں کہتی ہوں دن رینا اب خاص عام بولو!
ان سوں کرو وفائی اب بے وفا کو آتا لائق نہیں تمہارا یو کوں کام بولو!

سچ بول ہاشمی توں عارف سمجھ کے پوچھے
لالن کو ان ملیں گے سو مجھ ہنگام بولو!

مجھے پکڑے ہیں کی چھوڑو او دیکھو ہانک ماروں گی
خدا کی سوں میں ہنستی ہوں تری بو کو پکاروں گی
جنے جھوٹ موٹ باتاں کر بولا کر لیائے ہیں تمنا
میری بیزار پر تے لے سو اس کٹنی کو واروں گی
[illegible] تو سمجھی منجھے کئی آؤ واری میں

انتخاب ریختی دیوان ہاشمی

" دوسرے بہت سے خیالوں کی طرح اب یہ خیال بھی غلط ہو گیا کہ ریختی "
" کی ابتدا شمال ہی میں کی گئی ہاشمی کی ریختی اگرچہ اس نوع کی شاعری "
" کی ابتدائی کوششوں سے ہے لیکن اسقدر اعلیٰ درجہ کی ہے کہ کوئی "
" اس کو پہلی کوشش نہیں سمجھ سکتا اس کے ذریعہ سے قدیم دکن کی عورتوں کی "
" زبان محفوظ کر لی گئی ہے آخری غزل شاید نسائی فطرت کی بہترین "
" ترجمان ہے "

(اردو شہ پارے جلد اول ص ۲۵۹ و ص ۲۶)

بہوت روز یوں سوں جیتا میں ملے دہن کس کنارے میں
کہا کیا جیٹ لگا لے کی بوری ناہے جیٹ تمہارے میں

چینچل توں ہاتھ پکڑی سو ہووے ہے بخت تجھ غالب
عجب جھلکاٹ دستا ہے میرے جس کے ستارے میں

اُو جس دن گول کنڈی میں گئی ہو یاد ہیں باتاں
ہمیں تم مل کو بیٹھے تھے سکی جس دن دو ولارے میں

او بارا گھر میں ہوتا گر پلنگ لیا لمبا ر لبا ناسو
انگن سے تب ملوں آ کر تمہیں جب سو بارے میں

اے دودوں دل بُرا کر توں یو اجڑیا چاندنی چند نا
کہ یہ تحفہ [illegible] تجھے ملنے اندھا

ولے ظاہر میں دکھلانے کوں ہو اغیار بیٹھوں گی
کروں گی ظاہرا جب میں غصہ ہور ماں ہٹ لیکن
سرجن پر تے جیو اپنا یہ جیو میں وار بیٹھوں گی
سولاویں گے تو ناسو سوا ؤٹھہونگی وانتے یوں کہکر
جیو خوں وا خوشی میری میں ہو ہوشیار بیٹھوں گی
کنے کوں جیب کتی ہوں میں ولے میں دل میں گھٹ کی ہو
نزیک ہو ہاشتی سوں ملکو آٹوں پہار بیٹھوں گی

رضا گر مجھ کو دیتی ہو کروں گی گھر میں جا دارو
اگر مجھ ہو سکی فرصت صبح پھر آوں گی چھوڑو
اگر کوئی آکے دیکھے گا تو دل میں کیا کہیگا جی
مجھے بدنام کرتے ہو کہیں نین جاؤں گی چھوڑو

کنگی کرتی ہوں چھوٹی بہا پنا بستاں سنواروں گی
اونے ہٹلگئی تو میں یوں کہی ایتا تو ناچ ملسوں میں
صباح ملکر سہیلیاں کن یو باتاں سب بچاروں گی
تٹھا ہوئے ہانک ا رے پراتا اوس تجہہ چپ رہی ہوں
صباح کشتی کا سر موندکر میرا یو دند ساروں گی
او جڑ گئے کیا ظلم کرتا پڑوسی کوئی دیکھیں گے
ہنجے ٹک چھوڑ دے بارے جو پردا جا اتاروں گی
نکل جا ہاشمی توں تو خدا ستار ہے میرا
اگرچہ کوئی دیکھیں تو میں سوگند کہا جیاروں گی

سجن آویں تو پردے کے نکل کر بھار بیٹھوں گی
بہانا کر کے موتیاں کا پرو تی ہار بیٹھوں گی
او نویاں آو کہیں گے تو کہوں گی کام کرتی ہوں
اٹھلتی اور سہلتی چپ گھڑی دو چار بیٹھوں گی
نزیک ہیں ان کے جانے کو خوشی سوں شاد ہو لیں
ولے لوگاں میں دکھلانے کوں ہو بیزار بیٹھوں گی
پکڑ کر ہات پردے میں لیجا ویں گے تو میں کوں گی
گھونگھٹ میں مکہ چہپا کر کر مک میں ترکا مار بیٹھوں گی
بلایا جیو کالے جیو میں پڑوں گی پاؤں دلسوں میں

اور سائلہ جواب سنکر نذر کا خرچ اُٹھاتی اور مقدور موافق خدمت بجالاتی ہے اس بیٹھک کے واسطے بڑے سامان کئے جاتے ہیں مکلّف فرش بچھایا جاتا ہے مکان خوشبو سے بسایا جاتا ہے۔ ڈومنیاں گاتی ہیں جس عورت کے سر پر کوئی آتا ہے وہ نہایت بن سنور کر دلہن بنکر چوکی پر بیٹھتی ہے اور گانے کی آواز سے مست ہوکر بکنے جھکنے لگتی ہے اور سائلہ کے سوالات کا من مانے جواب دیتی جاتی ہے۔

یہ رسم ہندوؤں سے بقدرے تصرف لی گئی ہے، نیچ ذات ہندوؤں میں اب تک عام ہے گو بیٹھک اب متروک ہو گئی ہے مگر غیر تعلیم یافتہ اور جاہل گھرانوں میں اب بھی ہوتی ہے، بدنصیبی سے مجھے بھی دو ایک دفعہ اس تماشے کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

مفروضہ اولیا یا شیاطین کے نام یہ ہیں۔

(۱) شیخ سدو، (۲) میاں زین خاں، (۳) میاں صدر جہاں، (۴) پیر بٹیلے، (۵) ننھے میاں، (۶) چہل تن، (۷) میاں شاہ دریا، (۸) شاہ سکندر۔

اور ساتوں پریاں یہ ہیں۔

(۱) لال پری، (۲) سبز پری، (۳) سیاہ پری، (۴) زرد پری، (۵) دریا پری، (۶) آسماں پری، (۷) نوری پری،

جاہل عورتیں ان سب کو بہت مانتی ہیں میاں شاہ دریا وغیرہ اور ان پریوں کے متعلق یہ کہتی ہیں کہ یہ سب بھائی بہن ہیں اور

زنانی محاوروں کی کوئی فرہنگ تیار کی جائے تو ایک ضخیم کتاب ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی صرف بیگماتی مصطلحات کو بھی ترتیب دیدے تو ایک خاصا ذخیرہ ہوگا مگر سردست ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ اس تذکرے میں بعض اشعار میں جو محاورے اور الفاظ خاص خاص آگئے ہیں ان کی ایک مختصر فرہنگ تیار کی جاتی ہے تاکہ نہ سمجھنے والے اس سے مدد لے سکیں۔

بعض اشعار میں بیٹھک، پریوں کا طبق کونڈا، وغیرہ اور بعض شیطانوں کے نام آگئے ہیں جن کی تفصیل وقت ضائع کرنا ہے اس لئے یہیں مختصر حال لکھ دیا جاتا ہے۔

بیٹھک دینا کہتے ہیں پریوں وغیرہ کی حاضرات کرنے کو عورتیں اپنے مانے ہوئے یا فرض کئے ہوئے دیو یا شیطان یا پری کی سواری فرض کرکے [illegible] کے دن ان میں سے کسی ایک کو اپنے سر پر بلاتی ہیں جس عورت [illegible] شیطان یا پری آئے اس کے سامنے سب عورتیں اپنی اپنی حاجتیں [illegible] مرادیں پیش کرتی ہیں۔ وہ عورت سر ہلا ہلا کر سائلہ کا جواب [illegible]

بےسن - چنے کا آٹا۔

بارہ بانی - خالص - کھرا - بے میل۔

باجی - بڑی بہن یا کمسن ماں کو کہتی ہیں۔

بازوبند - ایک قسم کا زیور جو بازو پر باندھا جاتا ہے۔

بتیسی - بتیس مصالحہ ڈالکر بنایا ہوا حلوا جو زچگی کے بعد کھاتی ہیں۔

بالیاں - کان کا زیور۔

بوا - کلمہ مخاطب یعنی بہن۔

بڑی روٹی - قرآن شریف۔

بچے نے پھیر لیا ہے - زچگی کے وقت بچہ ٹیڑھا ہو جائے اور نہ نکلے تو کہتے ہیں۔

باندی - چھوکری - کنیز۔

بجلی - کان کے ایک زیور کا نام ہے۔

بلّی - بیوقوف - اُول جلول - احمق - گاودی۔

ـــــــــ

پ

پلپلی ٹھیکری - اندام نہانی - ناف کے نیچے کا حصہ۔

پھولام - ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس پر پھول ہوتے ہیں۔

پشت خار - کسی دھات یا ہاتھی دانت کا پنجہ ہوتا جس سے پیٹھ کھجاتے ہیں۔

پنڈیاں - تیس دواؤں کو کوٹ پیس کر لڈو بنا کر جاڑے میں استعمال کرتی ہیں۔

پینس - پالکی ایک قسم کی ڈولی۔

پچھاوے - انگیا یا محرم کی آستینوں کے پاس کا کپڑا۔

ت

تماش بین - عیاش رنڈی باز۔

تہاجو - وہ مرد جسنے تین شادیاں کیں ہوں۔

تیور - نظر آنکھ۔

تیسوں کلام - قرآن شریف - تیسوں پارے۔

جنت سے اللہ تعالیٰ نے حضرتِ خاتون جنت کی خدمت کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ شاہ دریا اور شاہ سکندر کو نوری شہزادہ بھی کہتے ہیں۔

رنگینؔ نے ایک طویل قصیدہ بھی کہا ہے۔ جس میں ان پریوں اور شیطانوں کے فضائل و مناقب اور عورتوں کے اعتقادات ان کے متعلق دل کھول کر بیان کئے ہیں۔

فرہنگ

الف

آچھا۔ بڑھی ماما یا اصیل، دائی وغیرہ قابلِ احترام بوڑھی۔

آتو۔ آتو۔ استانی۔ معلمہ۔

آپا۔ بڑی بہن۔

اندر والا۔ دل۔ جی۔ من۔ جیوڑا۔

انگیا۔ محرم۔ چولی۔ عورتوں کا سینہ بند۔

انّا۔ دودھ پلانے والی۔

اوپر والا۔ خدا۔ چاند۔

اصیل۔ ماما۔ خادمہ۔ روٹی پکانے والی۔

اُبٹنا۔ بیسن کی طرح کا چند ادویہ ملا ہوا آٹا جسے ملکر نہاتے ہیں۔

اِترانا۔ گھمنڈ کرنا غرور کرنا۔

ایّھی۔ آپس میں خطاب کرتے وقت خوشامد اور پیار سے کہتی ہیں۔

ازار بند۔ ناڑا۔ کمر بند۔

ب

بُنّو۔ کلمۂ مخاطب بمعنی بی بی۔

بُوبُو۔ بوڑھی کنیز باپ کی خواص وغیرہ

بھابی۔ بھاوج۔ بھائی کی [illegible]

ح

حُوش ۔ وحشی ۔ جنگلی

خ

خصم ۔ شوہر ۔ خاوند ۔

خاتونِ قیامت ۔ حضرت فاطمۃ الزہرا
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۔

د

دوگانا ۔ عورتیں آپس میں بادام کھا کر
یہ رشتہ جوڑتی ہیں ۔

دُوہاجُو ۔ وہ مرد جس نے دو جورویں
کیں ہوں ۔

ددا ۔ کھلائی ۔

دتیا ۔ دائی ۔

دیدے کا پانی مرنا ۔ بے شرم بے حیا ہونا
لحاظ نہ رکھنا ۔

دیور ۔ شوہر کا بھائی (چھوٹا)

دھواں دھار ۔ آفت ۔ غضب ۔ انتہا کی
شوخ ۔

ڈولی ۔ پردہ دار زنانہ سواری جسے
آدمی اُٹھاتے ہیں ۔

ڈُومنی ۔ میراثن ۔ پیشہ ور گانیوالی

ر

رَدنَّا ۔ وہ ملازم جو محلات میں
باہر کے کام کاج کے لئے
نوکر ہو ۔

رَت جگا ۔ خوشی میں رات بھر جاگنا
شب بیداری ۔

رسّی ۔ عورتیں رات کو سانپ کا
نام لینا بدشگونی سمجھتی
ہیں ۔ اسی لئے ناموں یا
رسی کہتی ہیں ۔

رُومال ہونا ۔ رومال ملنا جیسے دوشالا
ہونا وغیرہ ۔

روٹی پہ بوٹی رکھ کے کھانا ۔ خلوت
صحیح کرنا ۔

رال بہنا ۔ منہ میں پانی بھر آنا ۔

رہتی دنیا ۔ تاہم قیام دنیا ۔

ٹ

ٹسوے گہلانا یا ٹسوے بہانا۔ رونا۔ ڈھونگ کرنا۔

ٹوکیاں۔ کٹوریاں انگیا کا وہ حصہ جس میں چھاتیاں رہتی ہوں۔

ٹنڈیاں کسوانا۔ مشکیں کسوانا۔

ج

جوکھم۔ نقصان۔

جگنو۔ کرم شب تاب، ایک قسم کا زیور۔

جوشن۔ ایک قسم کا زیور۔ تعویذ۔

جھلاجھل۔ بھڑک دار، زرق برق۔

جھلاپور۔ بھڑک دار۔ زرق برق۔

جٹھانی۔ جیٹھ کی بیوی خاوند کے بڑے بھائی کی بیوی۔

چ

چیلا۔ لکڑی کا تختہ یا ٹکڑا۔

چھتیسی۔ چھتیسیا۔ چالاک۔ عیار۔ مکار۔

چولیس اکا سنا۔ زچگی کے وقت بچہ پھیرلے (الٹ جائے) تو دایہ تیل لگا کر پیٹ ملتی اور بچے کو مخرج کی طرف رجوع کرتی ہے اسی کو چولیس اکا سنا کہتے ہیں۔

چوڑیاں ٹھنڈی ہونا۔ چوڑیاں ٹوٹنا دکن میں چوڑیا بدنا کہتے ہیں۔

چونڈے پہ کرم کرنا۔ احسان کرنا۔

چمپا کلی۔ گلے کا ایک زیور جس کے دانے گل چمپا کی کلی کے سے ہوتے ہیں۔

چھوچھو۔ دائی کھلائی۔

چڑیا۔ انگیا کا وہ سیون جس سے دونوں کٹوریاں ملی رہتی ہیں۔

چوں چوں کا تکیہ۔ وہ تکیہ جس کے دبنے سے چوں چوں کی آواز نکلے۔

چارپائی بولتی ہے۔ چارپائی آواز دیتی ہے۔

لاگو۔ چاہنے والا ساتھ دینے والا۔

لشکر والا۔ خصم۔ بادشاہ۔

مَحْرَم۔ دیکھو انگیا۔

میٹ۔ وہ آٹا جو باورچی دم کے وقت
دیگ کے منہ پر لگاتے ہیں۔

میٹھا برس۔ آٹھواں سال۔

مسوسنا۔ ضبط کرنا۔ دابنا

مانْ۔ گھمنڈ غرور۔ نخوت۔

ن

ناک چوٹی میں گرفتار ہونا۔ لے دے
رہنا۔ اپنی
عزت بچا رہنا۔
محو آرائش ہونا۔

نوج۔ کلمۂ دعا نعوذ کا بگڑا ہوا ہے یعنی
خدانخواستہ دور پار۔

نِک سک سے درست۔ بے عیب عمدہ۔

نٹ کھٹ۔ عیار مکار۔ دغاباز۔ شریر۔

ھ

ہَلبلی۔ جلدی۔

ہیکل۔ ایک قسم کا زیور جو گلے میں پہنتے ہیں۔

ہوائی دیدہ۔ شوخ۔ بے شرم۔
بے مُرَوَّت۔

ہزاری روزہ۔ ماہ رجب کی ستائیسویں
تاریخ کا روزہ جس کا
ثواب ہزار روزوں کے
برابر خیال کیا جاتا ہے۔

و

وقت پڑا ہے۔ مصیبت آئی ہے۔

محمد شفیع الدین کاتب (کوہیری)

بود مسلم عفیہ

ز

زناخی ۔ قلعہ کی عورتیں جب دوسری عورتوں سے رشتہ جوڑتی ہیں تو مختلف نام رکھ لیتی ہیں جیسے دوگانا ۔ زناخی ۔ الاچی وغیرہ

س

سادہ کار ۔ سنار

ست نجا ۔ سات قسم کے ملے ہوئے اناج ۔

سوت ۔ سوکن ۔

سر ڈھنکنا ۔ ازالۂ بکارت ہونا ۔ کنوارپت اُتارنا ۔

سمدھن ۔ دولہا دولہن کی مائیں آپس میں ایک دوسری کو سمدھن کہتی ہیں ۔

ش

شاخ نکالنا ۔ جھگڑا ۔ حجت و تکرار پیدا کرنا ۔

ک

کپی ۔ وہ برتن جس میں تیل رکھا جاتا ہے ۔

کوکا ۔ دودھ شریک بھائی یا بہن ۔

کھرنڈ ۔ زخم کا انگور ۔

کھونڈا ۔ گھونسلہ ۔ آشیانہ ۔

کھٹائی میں ڈال رکھنا ۔ روک رکھنا پڑے رہنے دینا ۔

کسالا ۔ حاملہ پیٹ سے رہتا یا ہونا ۔

کربلا ۔ وہ جگہ جہاں تعزیئے ٹھنڈے کئے جاتے ہیں ۔

گ

گندہ پانی ۔ مادۂ تولید ۔ منی ۔

گھوڑے پر سوار آنا ۔ جلد آکر جلدی جانے کا تقاضا کرنا ۔

گوئیاں ۔ سہیلی ۔ دوست ۔ کلمۂ مخاطبہ

گنڈے ۔ پیسے ۔ ریزگاری ۔

ل

لیرے ۔ چیتھڑے ۔ چندیاں ۔

للو ۔ زبان ۔

جانصاحب کے مختصر حالات اور ریختی کے نمونے آپ نے تذکرے میں ملاحظہ فرما لیا ہوگا۔ جانصاحب کے کئی ایک دواوین کئی مطابع میں طبع ہو کر ہیں بعض نسخے جو نہایت گندہ کاغذ پر غلط سلط طبع ہوئے ہیں بازار میں دستیاب ہوتے ہیں مگر کوئی سنجیدہ اور عمدہ نسخہ آپ کو سوائے نظامی پریس بدایون کے دیوان کے نہیں ملے گا۔

نہایت عمدہ کاغذ پر دو سو صفحے کا دیوان جس کے ادق الفاظ کی فہرست (۲۶) صفحات پر ہے عمدہ کتابت و طباعت کا نمونہ ہے اور اس پر طرہ یہ کہ ہندوستان کے مشہور ریختی نویس آغا حیدر حسن صاحب دہلوی۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن نے ایک قابل قدر طویل و بسیط مقدمہ بھی لکھا ہے۔ جس میں جان صاحب کی مکمل سوانح حیات بھی ہے۔ جو (۴۸) صفحات پر حاوی ہے۔

قیمت مجلد عہ ۸ر کلدار

ملنے کا پتہ

مکتبۂ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن

رنگین اور انشا دونوں کی ریختیاں آپ نے تذکرے میں دیکھی ہونگی، ان دونوں کی ریختیوں کے دیوان ایک جگہ نظامی پریس بدایون نے شائع کئے ہیں کتابت وطباعت میں نظامی پریس مخصوص ہے کاغذ بھی ہمیشہ نہایت عمدہ ولایتی چکنا استعمال کیا جاتا ہے۔ شروع میں مصطلحات کی فرہنگ بھی ہے جو رنگین ہی کی بنائی ہوئی ہے اور انہیں کا رنگین دیباچہ بھی ہے۔

قیمت۔ عہ کلدار

ملنے کا پتہ

مکتبۂ ابراہیمیہ امداد باہمی اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن